سیرت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

ولادت سے نبوّت تک

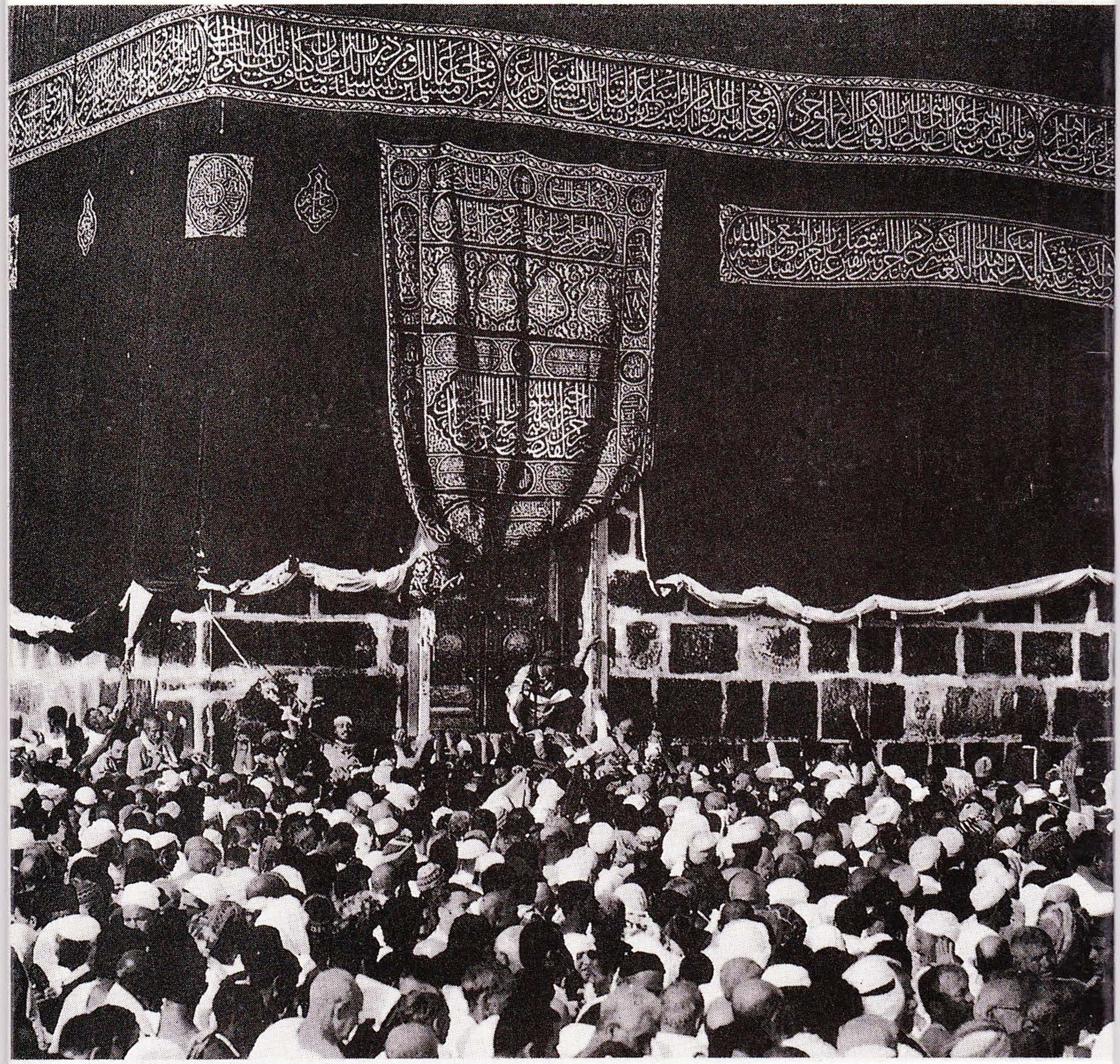

یکے از مطبوعات

شارع بنی ہاشم

جبلِ ثور

سیرت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلّم

ولادت سے نبوّت تک

مرتبہ

بشریٰ داؤد

اظہارِ تشکّر اور درخواستِ دُعا

ہم محترمہ امۃ العزیز صاحبہ بیگم محترم رانا محمد حنیف صاحب مرحوم کے لئے دلی ممنونیت کا اظہار کرتے ہیں۔ آپ نے محترمہ بشریٰ داؤد مرحومہ سے للّٰہی محبت کی وجہ سے اُن کی کتاب کی اشاعت میں مالی معاونت کی ہے۔ فجزاھا اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

آپ اپنی والدہ صاحبہ کے لئے دُعا کی درخواست کرتے ہوئے فرماتی ہیں۔

"ہماری پیاری امی محترمہ سکینہ بیگم صاحبہ اہلیہ محترم حکیم سردار محمد صاحب آف ڈگری سندھ ۳۵ سال کی عمر میں بیوہ ہو گئی تھیں۔ ہمارے والد ۱۳ نومبر ۱۹۵۹ء کو وفات پا گئے تھے۔ ہماری امّی نے بڑے صبر اور وقار سے وقت گزارا بحیثیت صدر لجنہ سالہا سال تک خدمات سرانجام دیں اپنے بارہ بچوں کی اچھی تربیت کی سب خدا کے فضل سے خدمتِ دین میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے محبت اور اُسی پر توکل نے آپ کی خدمات میں شاندار رنگ پیدا کر دیا۔ خاص طور پر مہمان نوازی کا وصف مثالی رنگ رکھتا ہے۔ ہماری والدہ صاحبہ آج کل جرمنی میں مقیم ہیں ان کی صحت، عمر اور برکات میں اضافہ کے لئے درخواستِ دُعا ہے۔"

محترمہ امۃ العزیز صاحبہ کے شوہر ۱۳ نومبر ۱۹۹۲ء کو وفات پا گئے تھے۔ ہم دعا گو ہیں کہ محترمہ اپنی والدہ صاحبہ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق پاتے ہوئے حسناتِ دارین کی وارث بنیں۔ آمین اللّٰھم آمین

پیش لفظ

لجنہ اماء اللہ ضلع کراچی کی جشنِ تشکر کے سلسلے کی چھیالیسویں پیش کش بفضلِ تعالیٰ منظرِ عام پر آ رہی ہے۔ عزیزہ بشریٰ داؤد مرحومہ (سیکرٹری اصلاح وارشاد) نے کمال لگن سے سیرت پاک حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر بچوں کے لئے خوبصورت کتب لکھیں۔ یہ کتب بشریٰ کی طرف سے صدقہ جاریہ ہیں۔ کچھ کتابیں جو وہ اپنی حیات میں چھپوانے کی مہلت نہ پاسکی تھی اب پیش کی جا رہی ہیں۔ "ولادت سے نبوّت تک" بچوں کے لئے سیرت کے موضوع پر بطرز سوال جواب لکھی گئی ہے۔ عزیزہ بشریٰ داؤد کی ذاتی زندگی میں معمول کے گفتار و کردار میں عشقِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جھلک نمایاں نظر آتی تھی۔ یہی پیارا موضوع اُس کی تقاریر کا تھا اور کتب کے لئے بھی یہی اظہارِ عقیدت و محبت اُس نے اپنایا تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ سب کے دل میں پیارے آقاؐ کی محبت رچ بس جائے اور آپؐ کے خلقِ عظیم کے نمونے چلتے پھرتے نظر آئیں۔ یہ فرمانِ الٰہی سب تک پہنچے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

(آل عمران: ۳۲)

کہ اے رسول) تو کہہ کہ (اے لوگو) اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو (اس صورت میں) وہ (بھی) تم سے محبت کرے گا۔

مجھے یقین ہے کہ اس کتاب کو پڑھنے والے اپنی زندگیوں میں نمایاں تبدیلی محسوس کریں گے جس سے نہ صرف ان کے اپنے گھر جنت نشان بنیں گے بلکہ دنیا کو بھی حقیقی فلاحی معاشرے کا نمونہ نظر آئے گا۔ کتاب کا موضوع اور لب و لہجہ چھوٹے بڑے سب کے لئے پُرکشش ہے۔ خاص طور پر بچے بہت خوش ہوں گے۔ کیونکہ سیرت کے موضوع پر بچوں کے لئے بہت کم کتب دستیاب ہیں۔

ہماری دُعا ہے کہ مرحومہ بشریٰ داؤد صاحبہ کو ہماری دُعائیں پہنچتی رہیں۔ عزیزہ امۃ الباری ناصر سیکرٹری اشاعت اور سب معاونات کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھئے۔

فجزاھن اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ولادت سے نبوّت تک

ماں میرا دل چاہتا ہے کہ مَیں آپ کو دنیا کے سب سے پیارے شہزادے کے بارے میں بتاؤں جو اللہ میاں کا بھی شہزادہ ہے۔

بچّہ امی جان! کیا اس انسان سے اللہ میاں بھی پیار کرتے ہیں۔

ماں بہت زیادہ۔ اتنا زیادہ تو کسی سے بھی نہیں کیا۔ آپ کو معلوم ہے کہ جب سے یہ دنیا بنی ہے۔ اس میں انسان پیدا ہوا۔ اور کتنے پیارے انسان پیدا ہوتے رہے اور آئندہ بھی پیدا ہونگے ان سب سے زیادہ اللہ میاں نے صرف اپنے اس شہزادے سے پیار کیا۔

بچّہ کیوں۔ کیا وہ بہت اچھے اچھے کام کرتا تھا۔

ماں کام تو واقعی بہت اچھے کئے۔ ہر انسان سے پیار کیا۔ ہر جاندار کا خیال رکھا۔ کسی کو کبھی بھی دُکھ نہیں دیا۔ لیکن سب سے زیادہ پیار اس شہزادے نے اللہ میاں سے کیا۔ اتنا پیار کسی دنیا کے انسان نے نہیں کیا ہوگا۔

بچّہ ہیں۔ اتنا پیار

ماں اس کی ایک وجہ ہے۔ اللہ میاں نے اس شہزادے کو اپنا نور دیا تھا۔ اس کے لئے دنیا بنائی۔ چاند۔ سورج۔ ستارے آسمان کو بنایا۔ دریا۔ پہاڑ۔ باغ بنائے۔ پھر انسان بنائے۔ جو اس کو پیار کریں اس کی باتیں مانیں۔ پھر جن انسانوں نے اس سے پیار کیا۔ اللہ میاں نے بھی ان سے پیار کیا۔ اور جنہوں نے اس کو ستایا ان کو سزا ملی۔

بچّہ آپ مجھے شروع سے ساری باتیں بتائیں کہ وہ پیارا سا شہزادہ کون تھا۔ کہاں سے آیا تھا۔ اس کے امّی اَبّو کا کیا نام تھا۔ پھر وہ کیسے کھیلتا تھا۔ کیا کرتا تھا۔ اس شہزادے نے کیا کیا کام کئے۔ اور اللہ میاں سے کس طرح اتنا پیار کیا۔

ماں میری جان! میری بھی یہی خواہش ہے کہ مَیں آپ کو اس پیارے سے شہزادے کی پیاری پیاری باتیں بتاؤں۔ لیکن باتیں سن کر بھول جانا اچھی بات نہیں ہوتی۔ بلکہ ان باتوں کو یاد رکھنا۔ اچھے کاموں جیسے کام کرنا۔ اور اسی طرح اللہ میاں سے پیار کرنا۔ اس کی مخلوق سے پیار کرنا اور پیار کرنے کے طریقے سیکھنا۔ جب ایسا کرو گے تو دل بھی خوش ہوگا۔ لوگ بھی پیار کریں گے۔ اور سب سے بڑھ کر اللہ میاں بھی پیار کریں گے۔

بچّہ آپ مجھے بتائیں مَیں انشاء اللہ یاد رکھوں گا اور دوسروں کو بھی بتاؤں گا۔ آپ دعا بھی کرنا کہ مَیں بھی اچھا بچّہ بن جاؤں

ماں ضرور۔ انشاء اللہ۔ آؤ اب غور سے سنو! یہ اللہ میاں کا پیارا سا

شہزادہ ملک عرب کے شہر مکہ میں پیدا ہوا۔ یہ وہی مکہ ہے جہاں خانہ کعبہ ہے۔ آپ بتائیں خانہ کعبہ کس نے بنایا؟

بچہ مجھے یاد ہے۔ اللہ میاں کے ایک شہزادے حضرت ابراہیمؑ تھے۔ ان کو اللہ میاں نے ایک پیارا بیٹا اسمٰعیلؑ دیا۔ حضرت ابراہیمؑ نے اللہ میاں کے حکم سے حضرت اسمٰعیلؑ اور ان کی امّی حضرت ہاجرہ کو اللہ میاں کے گھر خانہ کعبہ کے قریب چھوڑ دیا[1]۔ اس وقت یہاں کوئی انسان نہیں تھا۔ نہ ہی چرند پرند۔ حتیٰ کہ گھاس بھی نہ تھی نہ پانی۔ اللہ میاں نے وہاں اس بچے اسمٰعیلؑ کے لئے ایک چشمہ جاری کیا جس کو چشمہ زمزم کہتے ہیں۔ پھر یہ بچہ بڑا ہو گیا تو اس کے ابّو جان نے اس کے ساتھ مل کر خانہ کعبہ بنایا[2] اور آہستہ آہستہ مکّہ کا شہر آباد ہو گیا۔

ماں ماشاء اللہ آپ تو اچھی طرح یاد رکھتے ہیں۔ حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد میں سے ایک بیٹے کے بچے قریش کہلاتے ہیں[3]۔ قریش قبیلہ سارے قبیلوں سے زیادہ باعزت تھا۔ کیونکہ اس کے ذمہ خانہ کعبہ کی حفاظت۔ اس کی صفائی۔ حج کا انتظام وغیرہ تھا۔ اسی لئے یہ سردار ہوتے تھے۔ اس قبیلہ کی ایک شاخ بنو ہاشم ہے۔ سردار ہاشم کے بیٹے عبدالمطلب کے ہاں اللہ میاں نے بہت پیارا خوبصورت بیٹا دیا۔ جس کا نام عبداللہ تھا۔ یہ دس بھائی تھے۔

بچہ دس بھائی تھے۔ اتنے سارے!!!

ماں حضرت عبدالمطلب نے اللہ میاں سے دعا مانگی تھی کہ اگر میرے دس

---

[1] سیرت خاتم النبیینؐ جلد اول صفحہ ۸۲، ۸۳ [2] ، [3] سیرت خاتم النبیینؐ جلد ۱ صفحہ ۹۴، ۹۷

بیٹے ہوں گے تو مَیں ان میں سے ایک تیری راہ میں قربان کر دوں گا۔
عبدالمطلب قریش کے سردار بھی تھے اور خانہ کعبہ کے محافظ بھی۔
جب انہوں نے قرعہ ڈالا کہ کس بیٹے کو قربان کیا جائے تو عبداللہ کا نام
نکلا۔ عبدالمطلب ان کو قربان کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ لیکن لوگوں
کے سمجھانے پر کہ ان کے بدلہ میں اونٹ قربان کر دیئے جائیں۔ عبداللہ
اور اونٹوں کے درمیان پرچی ڈالو۔ ۱۰ اونٹ اور عبداللہ کے درمیان
پرچی ڈالی گئی تو عبداللہ کا نام نکلا۔ آخر اونٹوں کی تعداد بڑھائی جاتی
رہی۔ جب ۱۰۰ اونٹوں کے ساتھ پرچی ڈالی تو اللہ میاں کا کرنا یہ ہوا کہ
اونٹوں والی پرچی نکلی اور اس طرح عبداللہ کے بدلہ ۱۰۰ اونٹ قربان
کر دیئے گئے[1]

بچہ یہ عبداللہ کون تھے۔

ماں عبداللہ اس پیارے سے شہزادے کے ابو جان ہیں جس کے لئے
اللہ میاں نے دنیا بنائی تھی۔ ان کی شادی ان کے ابو حضرت عبدالمطلب
نے یثرب کے معزز خاندان کی بیٹی آمنہ بنت وہب سے کر دی[2]۔ وہب
بھی اپنے علاقہ میں عزت دار اور قابلِ احترام تھے۔

بچہ اچھا تو اس پیارے شہزادے کے ابو جان کا نام حضرت عبداللہ
امی جان کا نام حضرت آمنہ اور دادا جان کا نام حضرت عبدالمطلب تھا۔
اور یہ مکہ میں پیدا ہوئے۔

ماں بارک اللہ۔ آپ نے تو اچھی طرح یاد کر لیا۔ حضرت آمنہ کو اللہ تعالیٰ

---

[1] سیرت خاتم النبیین جلد I صفحہ ۱۱۴۔ [2] ابن ہشام اصفحہ ۱۰۶۔ ۱۱۵

نے خواب میں بتایا کہ اس بچے کا نام محمدؐ رکھنا۔ محمدؐ کے معنی جس کی بہت زیادہ تعریف کی جائے جو بہت اچھے اچھے کام کرے۔ اور وہ کام اللہ میاں کو بھی پسند آجائیں۔

بچہ: اس پیارے بچے کے ابوجان تو بہت خوش ہوئے ہوں گے۔

ماں: اللہ میاں کے پیارے شہزادے کے پیدا ہونے سے پہلے ہی اس کے ابو حضرت عبداللہ فوت ہو گئے تھے۔ وہ تجارت کے لئے مکہ سے باہر گئے ہوئے تھے۔ واپسی پر راستہ میں بیمار ہو گئے۔ اور شام سے لوٹتے ہوئے یثرب کے پاس آپ کی وفات ہو گئی[1]

بچہ: شہزادے کی امی تو بہت اداس ہوئی ہوں گی۔

ماں: ہاں۔ یہ تو قدرتی بات ہے۔ لیکن انہوں نے ایک اور خواب دیکھا۔ کہ ان میں سے ایک نور نکلا۔ جو دور دور ملکوں میں پھیل گیا[2]۔ اس سے انہیں تسلی ہو گئی کہ ان کا بچہ بہت برکت اور شان والا ہوگا۔ دونوں خواب انہوں نے حضرت عبدالمطلب کو سنا دیئے تھے۔

بچہ: یہ شہزادہ کس تاریخ اور کس مہینے میں کون سے سن میں پیدا ہوا۔

ماں: ۱۲ ربیع الاول عام الفیل کے پہلے سال میں پیدا ہوئے۔ سنِ عیسوی[3] کے حساب سے ۲۰ اپریل ۵۷۱ء پیر کے دن صبح سویرے کا وقت تھا[4]۔

بچہ: یہ عام الفیل کیا ہے؟

ماں: اس زمانے میں کیلنڈر تو نہیں تھا۔ لوگ دنیا کے رسم و رواج اور علوم سے ناواقف تھے اور کسی خاص واقعہ کی بنا پر کیلنڈر کی طرح حساب رکھ لیتے

---

[1] ابن ہشام I صفحہ ۱۰۷-۱۱۷ [2] سیرت خاتم النبیین I صفحہ ۱۱۸ [3] سیرت خاتم النبیین جلد اول صفحہ ۱۱۹ محمود پاشا مصری

تھے۔ عام الفیل کا مطلب ہاتھی والوں کا سال ہے۔ چونکہ یہ بہت مشہور واقعہ تھا اس لئے ایک لمبے عرصہ تک اسی سے ماہ و سال کا حساب رکھا جاتا رہا لیکن بعد میں پیارے آقا کی ہجرت کی وجہ سے ہجری کیلنڈر رائج ہو گیا۔ جس سال پیارے محمدؐ پیدا ہوئے اسی سال خانہ کعبہ کو گرانے کے لئے یمن کا بادشاہ ابرہہ بہت بڑی فوج لے کر مکہ پر حملہ آور ہوا تھا۔ اس کی فوج میں ہاتھی بھی تھے لیکن خانہ کعبہ کی حفاظت کا وعدہ خدا تعالیٰ نے پہلے سے کیا ہوا تھا۔ اس لئے اس کی فوج پر ابابیلوں نے کنکر برسائے جس کی وجہ سے ان میں چیچک کی بیماری پھیل گئی اور ساری فوج برباد ہو گئی۔ خود ابرہہ کے جسم کے حصے جھڑنے لگے اور وہ یمن پہنچ کر مر گیا۔[1]

بچہ بغیر لڑائی کے یہ سب ہو گیا۔

ماں مکہ کا کوئی بھی آدمی مقابلہ پر نہیں آیا۔ کیونکہ ان کے سردار حضرت عبدالمطلب نے کہہ دیا کہ جس کا گھر ہے وہ خود اس کی حفاظت کرے گا۔ یہ گھر تو خدا تعالیٰ کا ہے۔ اس لئے اس نے سب کو اپنے عذاب میں جکڑ لیا۔ یہی تو وہ مقدس گھر ہے جس کے گرد طواف کرنے کا حکم حضرت ابراہیمؑ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے دیا تھا اور جب سے یہ گھر بنایا گیا ہے لوگ مسلسل اس کا طواف کر رہے ہیں۔ اس کے گرد لبیک لبیک کہہ کر چکر (طواف) لگاتے ہیں۔

اور ہم اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ یہی ہمارا قبلہ ہے۔

بچہ اچھا۔ ان ہاتھی والوں کے حملہ کی وجہ سے یہ سال 'عام الفیل' کہلاتا ہے۔

ماں یہی وجہ ہے۔ اور پھر یہ واقعہ تو ایک نشان ہے۔ کیونکہ اللہ میاں نے

[1] سیرت خاتم النبیینؐ جلد اول صفحہ ۱۱۶

آپ جیسے شہزادے کے ذمہ ساری دنیا کی اصلاح کا کام لگانا تھا۔ انسانوں کو ایک خدا کی عبادت کرنے والی تعلیم ملنے والی تھی۔ اس طرح ساری دنیا کے انسان ایک خدا کے جھنڈے کے نیچے ایک مذہب، کے ماننے والے ایک رسولؐ پر ایمان لانے کی وجہ سے ایک قوم بننے والے تھے جبکہ پہلے آنے والے شہزادے تو کسی خاص جگہ، کسی خاص قوم وغیرہ میں وہاں کی ضرورت کے مطابق تعلیم دیتے تھے۔ لیکن اللہ کے اس پیارے سے شہزادے نے ساری دنیا کو خدا کا پتہ دینا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ نشان دکھایا کہ دیکھو میں جب اپنے گھر کی حفاظت کر سکتا ہوں تو جو لوگ میرے شہزادے کو ستائیں گے۔ مارنا چاہیں گے۔ میری تعلیم کو نہیں مانیں گے تو میں ان کو بھی سزا دینے کی طاقت رکھتا ہوں۔ وہ میرے شہزادے کے کاموں میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈال سکیں گے اور وہ ترقی کرتا جائے گا۔

بچہ — پیارے شہزادے کے پیدا ہونے کے بعد کیا ہوا۔

ماں — سارا خاندان خوشی سے جھوم رہا ہے۔ کیونکہ سب ہی حضرت عبداللہ کی وفات سے اداس تھے۔ وہ سب اپنے چھوٹے بھائی سے بہت پیار کرتے تھے۔ سب سے پہلے حضرت عبدالمطلب کو حضرت آمنہ نے کہلوایا۔ وہ جلدی سے آئے اور اپنے پوتے کو لے کر خانہ کعبہ میں گئے۔ وہاں دعا کی[1] خدا کا شکر ادا کیا اور آپؐ کے نام محمدؐ کا اعلان کیا۔ پھر واپس لاکر بچہ ماں کو دے دیا۔ مکہ کے لوگ اس انوکھے نام پر حیران تھے کہ کیا پیارا نام ہے۔ ان کے سردار نے بتایا کہ میری خواہش ہے کہ میرے پوتے کی سب تعریف کریں ساتھ

---

[1] سیرت خاتم النبیینؐ I صفحہ ۱۱۹

ہی کہا کہ اس بچّے کی شان بہت بڑی ہوگی (اور یہی نام پرانی الہامی کتابوں میں بھی آیا ہے۔ جیسے بائبل میں محمدیم یعنی میرا محمدؐ)

بچّہ خاندان کے لوگوں نے کیسے خوشی منائی۔

ماں محمدؐ کے ایک چچا ابولہب تھے۔ اپنی لونڈی ثوبیہ کو اس خوشی کے موقع پر آزاد کر دیا کہ اس نے بھائی عبداللہ کے بیٹے کی خبر دی تھی اور اسی ثوبیہ نے کچھ عرصہ آپ کو دودھ بھی پلایا تھا۔[1]

بچّہ آپؐ کے دادا جان کیا کر رہے تھے

ماں عرب کے معزز گھرانوں، رئیسوں میں رواج تھا کہ بچّے کو شہر سے دور وادیوں میں عورتوں کے حوالے کر دیا جاتا۔ جہاں وہ کھلی ہوا میں پل کر صحتمند ہو جاتے تھے۔ آپؐ کے دادا جان کو فکر تھی کہ کوئی دودھ پلانے والی عورت مل جائے۔

بچّہ دودھ پلانے والی عورت اللہ میاں کے شہزادے کے لئے تو خود اللہ میاں نے بھیجی ہوگی۔

ماں یہ بھی بڑا عجیب واقعہ ہے جس سے اللہ میاں کے پیارے شہزادے محمدؐ کی برکتوں اور شان کا پتہ چلتا ہے۔ خدا کا کرنا کیا ہوا کہ کچھ عرصے کے بعد گاؤں سے عورتیں آئیں۔ ان میں ایک حلیمہ نامی عورت اپنے شوہر حارث کے ساتھ آئی۔ وہ سب سے زیادہ کمزور اور غریب تھی۔ اس کا بچّہ عبداللہ بھی بھوک سے ہر وقت روتا رہتا۔ کیونکہ اس کو پورا دودھ نہیں ملتا تھا۔ پھر اس کی اونٹنی بھی اتنی کمزور تھی کہ مشکل سے چل رہی تھی۔ اس

---

[1] سیرت خاتم النبیین ؐ صفحہ ۱۲۰

کے دودھ دینے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوا تھا۔[1] اور جس خچر پر آئی تھی وہ بھی کمزور مریل، اس لئے یہ لوگ قافلہ میں سب سے پیچھے پیچھے آہستہ آہستہ آ رہے تھے۔ ان کے ساتھی لوگ مذاق بھی اڑا رہے تھے لیکن یہ چپ چاپ سب کی باتیں سنتے ہوئے مکّہ میں داخل ہوئے۔

سارا دن دوسری عورتیں شہر میں گھوم پھر کر بچّوں کو لیتی رہیں۔ سب ہی پیارے محمدؐ کو لینا چاہتی تھیں کیونکہ اس کا حُسن معصوم چہرہ بڑا پیارا لگ رہا تھا لیکن جب ان کو معلوم ہوتا کہ بچّے کا باپ نہیں ہے تو یہ سوچ کر کہ ہماری خدمت کا کون انعام دے گا، چلی جاتیں[2] ادھر حضرت حلیمہ کو کسی نے اس کی غربت کی وجہ سے بچّہ نہیں دیا کہ اس کا اپنا بچّہ بھی بھوک سے روتا رہتا ہے۔ ہمارے بچّے کا کیا بنے گا۔ شام تک نہ تو حلیمہ کو بچّہ ملا۔ اور نہ ہی پیارے محمدؐ کو کسی نے لیا۔ ماں اور دادا حیران تھے لیکن خدا تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ وہ اپنے پیارے کی برکتیں دکھانا چاہتا تھا حضرت حلیمہ اپنے ٹھکانے پر آئیں اور اپنے شوہر سے کہنے لگیں کہ اگر تم اجازت دو تو میں بنو ہاشم کے اس یتیم بچّے کو ہی لے آؤں۔ کیوں کہ مجھے شہر سے کوئی بچّہ نہیں ملا۔ اور جب قافلہ روانہ ہوگا تو ساتھی عورتیں میرا مذاق اڑائیں گی۔ ان کے شوہر نے کہا۔ جیسی تمہاری مرضی۔ یہ سُن کر وہ حضرت آمنہؓ کے پاس آئیں اور پیارے محمدؐ کو مانگ لیا۔ جب وہ انہیں لے کر اپنے ٹھکانے پر لوٹیں تو انہیں اندازہ ہوا کہ کوئی نعمت مل گئی ہے کیونکہ اسی رات اونٹنی نے اتنا دودھ دیا کہ دونوں میاں بیوی کا پیٹ بھر گیا۔ ادھر بیٹا عبداللہ بھی بھوک

[1] سیرت ابن ہشام I صفحہ ۱۰۹-۱۱۰ — [2] سیرت خاتم النّبیین جلد I صفحہ ۱۲۱

سے نہیں رویا بلکہ اچھّی طرح دودھ پی کر ساری رات آرام سے سویا۔[1] دوسرے دن جب صبح کے وقت قافلہ روانہ ہوا تو وہی کمزور خچر سب سے آگے دوڑی جا رہی تھی۔ ساتھی عورتوں نے پوچھا۔ کیا یہ وہی نہیں جو آتے ہوئے سب سے پیچھے تھی۔ آپ نے جواب دیا۔ ہے تو وہی۔ ساتھی عورتیں حیران تھیں کہ کیا ماجرا ہے۔ ادھر دونوں میاں بیوی اس بابرکت بچے کے مل جانے پر بے حد خوش تھے۔

اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے ہوازن قوم کے قبیلہ بنی سعد کی حلیمہ کے گھر کے حالات ہی بدل گئے۔[2] بکریوں کے ریوڑ میں اضافہ ہوا۔ جب شام کو ان کے جانور چراگاہوں سے لوٹتے تو اتنا دودھ دیتے کہ سارے علاقے میں بھی کسی کے گھر بھی نہ ہوتا تھا اس کی چراگاہیں سرسبز و شاداب لہلہاتی تھیں۔ گھر میں خوشحالی ہو گئی۔ قبیلہ کے لوگ کہتے کہ ہمارے جانور بغیر دودھ کے آتے ہیں۔ کیا انہیں چارہ نہیں ملتا۔ یوں سارے قبیلہ کو اس بچے کی برکت کا اندازہ ہو گیا۔

بچہ اللہ میاں نے بابرکت بچے کی شان ظاہر کر دی۔ لیکن امّی وہ خچر کیسے اتنی تیز بھاگی جا رہی تھی۔

ماں اس پر ساری دنیا کا رہبر۔ سیدھا رستہ بتانے والا۔ خدا تعالیٰ کا پیارا نبی جس نے سب کو لے کر خدا کی طرف چلنا تھا' سوار تھا۔ وہ کیسے پیچھے رہتا۔ اس نے تو آگے ہی ہونا تھا۔ وہ دنیا کے نبیوں کا سردار ہے۔ اور قوم کا سردار آگے ہی تو چلتا ہے۔ اسی لئے وہ خچر سردار کو لے کر آگے آگے

---

[1] سیرت ابن ہشام I صفحہ ۱۱۰ [2] سیرت خاتم النبیین جلد I صفحہ ۱۲۱

دوڑی جارہی تھی۔

بچہ اب بات سمجھ میں آئی۔ شہزادہ محمدؐ کتنے دن حلیمہ کے پاس رہے؟

ماں عرب کے دستور کے مطابق دو سال تک بچہ باہر رہتا تھا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ لیکن حضرت حلیمہ کے گھر والے آپؐ کی پیاری عادتوں اور برکتوں کی وجہ سے چاہتے تھے کہ وہ کچھ اور عرصہ آپؐ کو اپنے ساتھ رکھیں۔ اس لئے حضرت آمنہؓ سے اصرار کر کے دوبارہ حضرت حلیمہ واپس اپنے ساتھ لے آئیں۔ آپ کی والدہ نے اس وجہ سے بھی آپؐ کو لے جانے کی اجازت دے دی کہ ان دنوں مکہ میں وبا پھیلی ہوئی تھی[1] اور آپؐ اپنے ساتھ کے بچوں کے مقابلہ میں زیادہ صحتمند اور ہوشیار تھے۔ حضرت آمنہ نے صحت کی خرابی کے خوف سے دوبارہ پیارے محمدؐ کو دائی حلیمہ کے سپرد کر دیا۔

آپؐ اپنی دودھ شریک بہنوں سے بہت پیار کرتے تھے۔ ان کے نام اُنیسہ بنت حارث اور خذامہ بنت حارث جو بڑی تھیں اور شیمہ کے نام سے پکاری جاتی تھیں[2]۔ بھائی عبداللہ سے بھی آپؐ کی بڑی دوستی تھی۔ اکٹھے کھیلنا۔ بھاگنا دوڑنا۔ پیار کرنا۔ ان میں لڑائی جھگڑا نہیں ہوتا تھا۔ اس لئے جب دوبارہ واپس آئے تو سب بہت خوش تھے۔

بچہ دونوں کیا کرتے رہتے تھے۔

ماں آپؐ دونوں بھائی بکریاں چراتے تھے۔ عرب میں دستور تھا کہ بچوں کے حوالے بکریاں کر دیتے تھے جو انہیں گھروں سے باہر لے جاتے اور کبھی کبھی

---

[1] سیرت خاتم النبیین جلد I صفحہ ۱۲۱ [2] سیرت خاتم النبیین جلد I صفحہ ۱۲۱

چارے کی تلاش میں میدانوں میں دور بھی چلے جاتے تھے۔ اس طرح جانوروں کا خیال رکھنا۔ ان کو کھلانا پلانا۔ ان سے محبّت کرنا۔ سب بچّوں کی عادت ہوتی ہے۔ لیکن پیارے محمّدؐ تو اپنے جانوروں کا بہت زیادہ دھیان رکھتے تھے کہ یہ اِدھر اُدھر نہ ہو جائیں۔

بچّہ امّی جان۔ گھر سے دُور جانے کی وجہ سے ان دونوں کو ڈر نہیں لگتا تھا؟

ماں آپ نے بڑا پیارا سوال کیا۔ مَیں اس واقعہ کو بتانا شاید بھول جاتی۔ ننّھے محمّدؐ کی بچپن میں بھی ایک شان تھی۔

آپؐ بہت دلیر تھے اور چیزوں کی حفاظت کرنے والے تھے۔ ایک دن اسی طرح گاؤں کے دوسرے بچّوں کے ساتھ آپؐ اور آپؐ کے بھائی عبداللہ اپنی اپنی بکریاں لے کر گئے۔ چارے کی تلاش میں چلتے چلتے آبادی سے کچھ دُور نکل گئے۔ جانور اِدھر اُدھر گھوم رہے تھے۔ کچھ کھا رہے تھے۔ اور بچّے ان کے قریب ہی کھیل رہے تھے کہ اچانک گھوڑوں پر سوار کچھ لوگ تیزی سے اس طرف آ نکلے۔ ان کو آتا دیکھ کر سارے بچّے بھاگ گئے اور عبداللہ بھی دوڑا۔ بچّے پکار رہے تھے کہ ڈاکو آ گئے۔ ڈاکو آ گئے۔

دیکھتے ہی دیکھتے میدان صاف تھا۔ صرف ننّھا محمّدؐ بکریوں کے ساتھ رہ گیا۔ یہ لوگ آتے ہی گھوڑوں سے کُود پڑے۔ اور بکریوں کو جمع کرنے لگے۔ صرف ایک آدمی گھوڑے پر سوار رہ گیا۔ جب ساری بکریاں جمع کر چکے تو ان کو لے کر چلے۔

بچّہ کیا ساری بکریاں ڈاکو لے گئے؟

ماں ننّھا معصوم محمّدؐ ان کے راستے میں کھڑا ہو گیا۔ وہ بھلا کیسے لے جانے

دیتا۔ ڈاکو راستہ بدل کر نکلنے لگے تو بچہ پھر سامنے آگیا۔ ان لوگوں کو حیرت ہوئی کہ اتنے سارے بڑے بڑے آدمیوں کے سامنے چند سال کا بچّہ کیسے کھڑا ہو گیا ۔ وہ پھر دوسری طرف ہٹے اور نکلنے کی کوشش کی تو پھر محمدؐ نے ان کو روکا۔ آخر تنگ آکر انہوں نے پوچھا کہ بچے کیا بات ہے۔ بہادر بچّے نے جواب دیا کہ "یہ بکریاں گاؤں والوں کی ہیں ہم انہیں چرانے لائے تھے۔ مَیں آپ کو ان کی اجازت کے بغیر نہیں لے جانے دوں گا۔"

سارے ڈاکو حیران تھے کہ یہ کیسا بچّہ ہے۔ انوکھی باتیں کر رہا ہے۔ ہمارے سامنے تو بڑے بڑوں کو ٹھہرنے کی جرأت نہیں ہوتی لیکن یہ تو اپنی جگہ سے ہٹتا ہی نہیں۔ ڈاکوؤں نے بار بار کہا کہ بچّے تم بہت پیارے اور اچھّے بچّے ہو۔ ہم تم کو مارنا نہیں چاہتے۔ اس لئے ہمیں ہمارا کام کرنے دو۔ اور راستے سے ہٹ جاؤ۔ لیکن ننھّا دلیر محمدؐ تو اپنی جگہ پر اٹل تھا کہ گاؤں والوں سے اجازت لے لو پھر لے جاؤ۔ ایسے نہیں جانے دوں گا۔

بچّہ پھر کیا ہوا؟

ماں اُدھر گھوڑے پر سوار آدمی جو اُن کا سردار تھا۔ زور سے دھاڑا کہ کیا بات ہے۔ کیوں نہیں چلتے جلدی کرو۔ اور جب اس کو بتایا گیا کہ ایک چھوٹا بچّہ راستہ نہیں دے رہا۔ تو اس کے غصّہ کی انتہا ہو گئی۔ چیخا کہ ایک بچّے کو نہیں ہٹا سکتے۔ ہمارے سامنے تو بڑے بڑے بہادر نہیں ٹھہرتے۔ بچّے کی کیا بات ہے۔ لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ یہ کونسا بچّہ ہے! آخر وہ خود آگے آیا۔ جیسے ہی اس کی نظر اس معصوم بچّے پر پڑی تو وہ بھی حیران ہو گیا۔ واقعی کمال کا بچّہ ہے چہرے پر کوئی خوف کے آثار نہیں۔ بڑے اطمینان سے اپنے ننھے ہاتھ پھیلائے راستہ روکے کھڑا ہے۔ کیسا حوصلہ اور

عزم ہے اس دلیر بہادر کا

بچّہ ڈاکوؤں کے سردار نے ایسا بچّہ پہلے تو نہیں دیکھا ہوگا۔

ماں یقیناً نہیں۔ وہ بچّے کی عظمت کا قائل ہوتا ہوا گھوڑے سے اُتر آیا۔ پوچھا کہ ہمارے راستے سے کیوں نہیں ہٹ جاتے۔ ننھّے معصوم کا جواب تھا کہ یہ بکریاں گاؤں والوں کی ہیں۔ مَیں ان کی اجازت کے بغیر نہیں جانے دوں گا۔ سردار کو اس کی معصومانہ لیکن پُرعزم دلبرانہ گفتگو میں لطف آنے لگا۔ پھر بولا بچّے تمہارا نام کیا ہے۔ جواب ملا محمّدؐ وہ پھر حیران ہوا۔ کیسا انوکھا اور پیارا نام۔ اس نے زیر لب دہرایا محمّدؐ واقعی اس نام میں بھی لذّت اور مٹھاس ہے۔ پھر پوچھا تمہارے ابو کا کیا نام ہے۔ فوراً جواب ملا عبدالمطلب (پیارے محمّدؐ دادا کو ابو سمجھتے تھے کیونکہ ان کے ابّوجان کا انتقال ہو چکا تھا)

ڈاکوؤں کے سردار کو قریش کے معزز خاندان اور مکّہ کے سردار کو پہچاننے میں دیر نہ لگی۔ بے ساختہ بول اٹھا کہ سردارِ قریش کے بیٹے کو ایسا ہی بہادر ہونا چاہیئے۔ یہ کہتے ہوئے اس نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ گھوڑوں پر سوار ہو جاؤ۔ اور بکریاں چھوڑ دو۔ پھر خود ننھّے مقدس معصوم دلیر کو سلام کر کے سوار ہوا اور گھوڑے کو ایڑ لگاتے ہوئے سارے ڈاکو تیزی سے نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

بچّہ کمال کر دیا ننھّے محمّدؐ نے۔

ماں ڈاکوؤں کا سردار اگر جان لیتا کہ یہ بچّہ صرف سردارِ قریش کا ہی بچّہ نہیں بلکہ یہ تو نبیوں کا سردار ہے اس کو تو ایسی امانت سپرد ہونے والی ہے جو تخلیقِ کائنات سے پہلے ہی لوحِ محفوظ پر خدا تعالیٰ کے پاس ہے۔ اگر آج یہ اِن

بکریوں کی حفاظت نہ کرتا تو دنیا کیسے جان سکتی تھی کہ یہ امین ہے۔ اور اسی نے خدا تعالیٰ کی عطا کردہ امانت قرآن پاک جیسی مقدّس تعلیم کا محافظ بنا ہوگا۔

بچّہ گاؤں والوں نے کیا کہا؟

ماں کیا کہنا تھا۔ وہ بھی اس بہادری پر حیران تھے۔ کیونکہ ڈاکوؤں کا مقابلہ آسان تو نہیں ہوتا۔ جب وہ بچّوں کے ساتھ وادی میں آئے تو سب کی بکریاں محفوظ تھیں اور ننھا محمدؐ مسکراتا ہوا چلا آرہا تھا۔ آپؐ کی ان ہی معصوم اور انوکھی اداؤں نے سارے قبیلہ کو آپ کا گرویدہ بنا دیا۔ سب ہی آپؐ سے پیار کرتے تھے۔

بچّہ اس وقت پیارے شہزادے کی عمر کیا تھی؟

ماں تاریخ میں درست عمر تو نہیں ملتی لیکن آپؐ تین چار سال کے درمیان تھے۔ کیونکہ آپؐ چار سال تک دائی حلیمہ کے پاس رہے تھے۔

بچّہ اس واقعہ کے بعد تو دائی حلیمہ خوفزدہ ہوگئی ہوں گی۔

ماں نہیں اس واقعہ کے بعد تو اتنا خوف نہیں ہوا۔ کیونکہ بچّے اسی طرح بکریوں کے ساتھ کھیلتے کودتے بڑے ہوتے رہے۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد ایسا واقعہ پیش آیا جس کی وجہ سے دائی حلیمہ کا سارا خاندان ہی خوفزدہ ہوگیا۔

بچّہ وہ کونسا واقعہ ہے جس نے سب کو ڈرا دیا۔

ماں پیارے محمدؐ اپنے بھائی عبداللہ کے ساتھ بکریوں کے بچّوں سے کھیل رہے تھے اور گھر کے تمام لوگ اپنے کاموں میں مصروف تھے ان کے پاس کوئی بڑا آدمی موجود نہیں تھا کہ اچانک دو آدمی سفید کپڑوں میں آئے۔ انہوں نے آتے ہی ننھے محمدؐ کو پکڑا۔ عبداللہ یہ

دیکھ کر ڈرا۔ لیکن ابھی وہ حیران ہی تھا کہ انہوں نے محمدؐ کو زمین پر لٹا دیا اور سینہ چاک کر دیا۔ بس پھر کیا تھا۔ عبداللہ تو خوفزدہ ہو کر بھاگا اور چیختا جا رہا تھا کہ میرے قریشی بھائی کو دو آدمیوں نے مار ڈالا۔ اس کی آواز سُن کر گھر کے سب لوگ بھاگے۔ آگے آگے حضرت حلیمہ دوڑی آ رہی تھیں اور ان کے پیچھے حارث تھے۔ آتے ہی انہوں نے پیارے محمدؐ کو سینے سے لگایا۔ جو خود بھی ڈرا ہوا تھا۔

بچّہ حضرت حلیمہؓ نے کیا کیا؟

ماں جب انہیں ذرا تسلّی ہوئی تو حضرت حلیمہؓ نے پوچھا۔ کیا ہوا میرے بیٹے یہاں تو خون وغیرہ کچھ نظر نہیں آ رہا۔ پھر سینہ کھول کر دیکھا تو اس پر بھی کوئی نشان نہ تھا۔ دونوں میاں بیوی حیران تھے کہ ماجرا کیا ہے۔ جب آپ سے بار بار پوچھا کہ بتاؤ کیا ہوا؟ تو آپؐ نے جواب دیا کہ دو آدمی سفید کپڑوں میں آئے۔ انہوں نے عبداللہ کو تو کچھ نہیں کہا صرف مجھے پکڑ لیا۔ اور زمین پر لٹا کر میرا سینہ کھول دیا۔ اس میں سے کچھ نکال کر باہر پھینکا۔ پھر اس کو برابر کر دیا۔[1]

بچّہ امّی۔ جب خون بھی نظر نہیں آیا۔ اور کوئی زخم کا بھی نشان نہ تھا تو یہ کیا ماجرا تھا؟

ماں اصل میں یہ ایک کشف تھا جو انسان کو جاگتے میں نظر آ جاتا ہے۔ اس نظارہ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا کو بتانا چاہتا تھا کہ محمدؐ کے دل سے دنیا کی محبّت اور ہر قسم کی گندگی کم عمری میں ہی نکال

---

[1] سیرت خاتم النبیینؐ جلد اوّل صفحہ ۱۲۲

دی گئی۔ اور اب اُن کا دِل ہر برائی اور کمزوری سے پاک صاف ہے۔ اس میں نُور بھرا ہوا ہے۔ اس واقعہ کو تاریخ اسلام میں شقِّ صدر کہا جاتا ہے۔ اس وقت آپؐ کی چار سال عمر تھی[۱]

بچّہ کیا یہ واقعہ مقدّس بچے کو یاد تھا۔

ماں بالکل یاد رہا۔ آپؐ خود بیان کرتے ہیں کہ مَیں کھیل رہا تھا۔ اچانک جبرائیلؑ آئے۔ انہوں نے زمین پر لٹا کر سینہ کھول دیا۔ پھر اس میں سے دِل نکالا دل میں سے کوئی چیز نکالی اور باہر پھینک دی۔ ساتھ ہی کہا کہ یہ کمزوریوں کی آلائش ہے۔ جس سے آپؐ کو پاک کر دیا گیا۔ پھر دل کو صاف شفاف پانی سے دھویا اور سینہ میں واپس رکھ کر سینہ برابر کر دیا[۲]

بچّہ اب تو حضرت حلیمہ اور ان کے شوہر ڈر گئے ہوں گے کہ ہم اس بچّے کی کیسے حفاظت کریں گے۔ اگر کوئی بات ہوگئی تو حضرت آمنہ اور سردارِ قریش حضرت عبد المطلب کو کیا جواب دیں گے۔

ماں آپ نے درست اندازہ لگایا۔ دونوں میاں بیوی سخت پریشان تھے ان کو خیال ہوا کہ جب ظاہر میں کچھ نظر نہیں آرہا۔ لیکن دونوں بچّے ایک جیسی بات کہہ رہے ہیں تو ضرور کوئی جِنّ وغیرہ کا اثر ہوگا۔ اس زمانے میں لوگوں کو ان باتوں پر یقین تھا۔ دونوں نے مشورہ کیا کہ اب محمّد کو اس کے دادا کے پاس چھوڑ آؤ۔ ایسا نہ ہو کہ پھر شرمندگی اُٹھانی پڑے۔ ساتھ ہی انہیں آپ سے بہت زیادہ پیار تھا۔ وہ یہ برداشت ہی نہیں کر سکتے تھے کہ آپؐ کو کوئی تکلیف پہنچے۔ چنانچہ حضرت حلیمہؓ آپؐ

---

[۱] سیرت خاتم النّبییّن جلد اوّل صفحہ ۱۲۲ - [۲] صحیح مسلم۔ راوی حضرت انسؓ بن مالک

کو لے کر حضرت آمنہ کے پاس آئیں۔ ان کو پریشان دیکھ کر حضرت آمنہ نے پوچھا کہ حلیمہ کیا بات ہے؟ تم تو اس کو زیادہ عرصہ رکھنے کے لئے گئی تھیں۔ کیا کوئی واقعہ ہوا ہے۔

پہلے تو حضرت حلیمہ رضؓ بتانا نہیں چاہتی تھیں۔ لیکن جب حضرت آمنہ رضؓ نے بار بار پوچھا تو انہوں نے سارا واقعہ سنا دیا۔

بچہ — حضرت آمنہ بھی پریشان ہو گئی ہوں گی۔

ماں — بالکل نہیں۔ انہوں نے حضرت حلیمہ کو جواب دیا کہ حلیمہ تمہارا جو خیال ہے کہ اس بچے پر کوئی اثر یا جن ہے یہ تو بالکل غلط ہے۔ اس کی پیدائش سے پہلے میں نے ایسے خواب دیکھے ہیں جس سے مجھے یقین ہے کہ میرا بچہ بڑی عظمت اور شان والا ہوگا۔ اس پر کسی ایسی چیز کا اثر نہیں ہو سکتا[1] اس لئے تم پریشان نہ ہو۔

بچہ — پیارا شہزادہ اب مکہ میں اپنی امی کے ساتھ رہے گا۔

ماں — اب یہ پیارا سا بچہ اپنی امی کے پاس رہنے لگا۔ اس کی معصوم مگر پیاری پیاری باتوں نے سارے خاندان کے لوگوں کو اس کا گرویدہ بنا دیا۔ کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ جو پوچھا جاتا۔ سچ سچ بتا دیتے۔ کبھی بدتمیزی نہیں کی۔ بڑوں کا احترام، ان سے تمیز سے پیار سے بات کرتے، ہر ایک کا کام جو اس وقت کر سکتے تھے فوراً خود کر دیتے۔ اِدھر اُدھر کی فضول باتیں نہیں کرتے۔ اور گالی یا گندی بات کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کسی چیز کے لئے ضد نہیں کی، جیسے بچے لڑتے جھگڑتے، شور کرتے ہیں

---

[1] سیرت ابنِ ہشام جلد اوّل صفحہ ۱۱۲

| آپؐ نے کبھی ایسا نہیں کیا

بچہ آپؐ کے ماموں تو آپؐ سے مل کر بہت خوش ہوئے ہوں گے۔

ماں | ظاہر ہے کہ اتنی پیاری صورت والا، پیاری پیاری عادتوں والا بچہ کس کو اچھا نہیں لگتا۔ اس کم عمری میں بھی آپؐ کو اپنا یثرب کا قیام یاد تھا۔ جب آپؐ نے مدینہ ہجرت کی تو بنو عدی کے پاس سے گزرتے ہوئے وہ مکان دکھایا جس میں ماں کے ساتھ ٹھہرے تھے۔[1] وہ مکان بھی دکھایا جس میں بچوں کے ساتھ کھیلتے تھے۔ پھر آپؐ کو وہ تالاب بھی یاد تھا جس میں بچوں کے ساتھ تیرنا سیکھا تھا۔ پھر وہ لڑکی بھی یاد تھی جو آپ کے ساتھ کھیلا کرتی تھی۔ اس کا نام اُنیسہ تھا۔[2]

بچہ آپؐ مکہ کب واپس آئے

ماں ایک ماہ کے بعد واپس آئے۔ آپؐ نے اپنے ابو جان کے مزار کی زیارت بھی کی۔[3] اس کے بعد یثرب سے لوٹ رہے تھے تو راستے میں ابواء کے مقام پر آپؐ کی والدہ حضرت آمنہ کی وفات ہوگئی۔ دراصل آپ بیمار ہوگئی تھیں۔ آپ کو اسی جگہ دفن کر دیا گیا۔ یہ ننھا بچہ باپ کے بعد ماں کی شفقت سے بھی محروم ہوگیا۔ آپؐ بالکل تنہا رہ گئے۔ ابو جان تو پہلے ہی نہیں تھے۔ اب امی بھی نہیں رہیں، بہت بے قرار ہوئے لیکن آپؐ کی لونڈی اُمِ ایمن جو آپؐ کی آیا بھی تھیں، پھر یہ وفادار محبت کرنے والی عورت آپؐ کو والد کی طرف سے ترکہ میں ملی تھیں۔ یہی آپؐ کو واپس لائیں۔ اور آپؐ کے دادا کے سپرد کر دیا۔[5] یہی اُمِ ایمن آپؐ کے ساتھ

---

۱ سیرت النبی حصہ اول شبلی نعمانی ص ۱۷۵ — ۲ طبقات ابن سعد جلد I ص ۷۶
۳ ″ ″ ″ ″ ″ — ۴ سیرت خاتم النبیین جلد اول ص ۱۲۷

ایک لمبا عرصہ رہیں۔ اور آپؐ کی وفات کے بعد بھی زندہ رہیں[1]۔

بچّہ جب آپؐ اپنے داداجان سے ملے تو کیا حال ہوگا۔

ماں آپ خود سوچ لیں کہ چار سال کا بچّہ جس کی ماں راستے میں اللہ کو پیاری ہوگئی۔ اس کا کیا حال ہوگا۔ آپؐ کے دل پر بچپن کے ان ہی صدمات کا اثر معلوم ہوتا ہے۔ پھر خدا تعالیٰ نے بھی آپؐ کے دل میں کمزوروں، بیواؤں، یتیموں کے لئے بے پناہ ہمدردی ڈال دی تھی۔ اسی لئے ساری زندگی کسی کو دکھی نہیں دیکھ سکتے تھے۔ ہر ایک کی ہمدردی ہر ایک سے پیار، لوگوں کے دکھ کو بانٹ لینا آپؐ کی فطرت بن گئی تھی۔

بچّہ آپؐ اپنے داداجان کے ساتھ کیسے رہتے تھے۔ کچھ اس زمانے کی باتیں بھی تو بتائیں۔

ماں کیوں نہیں۔ یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ آپؐ کے داداجان اپنے پوتے محمدؐ سے بہت پیار کرتے تھے۔ اب جبکہ ماں بھی نہیں رہیں تو ساری توجہ آپؐ پر تھی۔ خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے اپنے کندھے پر بٹھا لیتے۔ خانہ کعبہ کے سائے میں جو مسند سردارِ قریش کے لئے بچھائی جاتی اس پر بیٹھنے کی کسی کو جرأت نہ تھی۔ اور پیارا پوتا جب دادا کو دیکھتا تو دوڑ کر اس پر آ بیٹھتا۔ چچا روکتے یا کبھی کوئی اور منع کرتا تو فوراً عبدالمطلب ٹوک دیتے کہ اس کو کچھ نہ کہو۔ اور اکثر آپؐ کو اپنی گود میں بٹھائے بٹھائے مسائل حل کرتے رہتے۔ اکثر کہتے کہ "یہ میرا بیٹا ہونہار اور صاحب شان ہے"[2]۔ اور جب کھانا کھانے بیٹھتے اور آپؐ پاس نہ ہوتے تو کہتے میرے بیٹے

---

[1] سیرت خاتم النبیین جلد اول صفحہ ۱۲۷ [2] ابن ہشام جلد اول صفحہ ۱۱۴

کو میرے پاس لاؤ۔ اور جب تک آپؐ آ نہیں جاتے کھانا نہیں کھاتے تھے۔ آپؐ کو اپنی نظروں سے کبھی اوجھل نہیں ہونے دیتے تھے۔ کہا کرتے "دادا کی جان۔ میرے سامنے رہا کرو۔ ورنہ پریشان ہو جاتا ہوں۔" قریش کے لوگ کہتے کہ آپ کا اپنا بیٹا حمزہ بھی تو محمدؐ کی عمر کا ہے۔ اس کے لئے کبھی پریشان نہیں ہوتے۔ تو فوراً بول پڑتے "محمدؐ کی تو بات ہی کچھ اور ہے۔ یہ شان والا ہے۔" اور آپؐ بھی دادا کے ارد گرد رہتے۔ پیار کرتے۔ ہر بات مانتے۔

بچہ آپؐ اپنے دادا کے ساتھ کتنا عرصہ رہے۔

ماں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے دادا جان کو جب ان کی عمر ۸۲ برس ہوئی تو اپنے پاس بُلا لیا۔ اس وقت پیارا محمدؐ صرف آٹھ سال کا تھا۔ تاریخ میں آتا ہے کہ دادا کی وفات کا آپؐ کو بے حد صدمہ تھا۔ جب ان کا جنازہ اٹھا۔ تو مقدس پوتا پیچھے پیچھے چلتا جاتا اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے[1]

بچہ امّی آپ تو کہتی ہیں کہ اللہ میاں کو اپنے اس شہزادے سے سب سے زیادہ پیار تھا۔ تو پھر کیوں بار بار اس سے پیار کرنے والوں کو اپنے پاس بلا کر اس ننھے بچے کو رلاتا رہا۔ آخر اس کو بھی تو اپنی امّی۔ اور دادا جان یاد آتے تھے۔

ماں میری جان! سوال تو آپ نے بڑا ہی مشکل کر دیا۔ ان باتوں کی وجہ سے اللہ میاں کی محبت میں کمی ظاہر نہیں ہوتی اور نہ ہی وہ آپؐ کو ستانے کے لئے ایسا کر رہا تھا۔ بلکہ وہ دنیا کے لوگوں دکھانا چاہتا

---

[1] سیرت خاتم النّبیین جلد اوّل صفحہ ۱۲۸

تھا کہ بچّوں کے ماں باپ ہوتے ہیں۔ دادا دادی ہوتے ہیں، نانا نانی ہوتے ہیں جبکہ یہ سب سے زیادہ پیار کرنے والے رشتے ہیں پھر یہ پرورش کے ساتھ ساتھ بہترین تربیت کی بھی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن یہ میرا محمدؐ ہے۔ مَیں خود اس کی تربیت کروں گا۔ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہم نے محمدؐ کی تربیت کی۔ بلکہ سارے پیارے میرے پاس آ گئے۔ مَیں ہی اس کو پیار بھی کروں گا۔ اس کو سنبھالوں گا۔ ہر جگہ اس کی حفاظت کروں گا۔ اس کو معاشرے کی برائیوں سے بچاتے ہوئے اچھائیوں کی طرف لے جاؤں گا۔ اور آہستہ آہستہ ساری خوبیاں جو اس پیارے وجود میں جمع کی ہیں وقت کے ساتھ ساتھ ظاہر بھی کروں گا۔ تاکہ دنیا خود اندازہ کرے کہ یہ عام انسان نہیں۔

بچہ

اُمّی۔ جو بچّے اپنے پیاروں سے جُدا ہو جاتے ہیں۔ ان کی طبیعت پر بھی تو اس کے اثرات ظاہر ہوتے ہوں گے۔

ماں

یقیناً اس کے اثرات ہوتے ہیں جو بعد میں فطرت کا حصّہ بن جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ بچّے جو بار بار اپنے پیاروں سے بچھڑتے رہتے ہیں پھر وہ کبھی کسی کی محبّت میں، کبھی کسی کی نگرانی میں رہتے ہیں تو ان میں دو باتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ یا تو وہ سخت ضدّی اور بدتمیز بن جاتے ہیں۔ یا پھر خوف یا یاوسی حسرت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اور یہ دونوں ہی احساسِ برتری یا احساسِ کمتری (complex) کا نمونہ ہیں جو ایک انسان کو کامیاب انسان نہیں بناتے۔ لیکن ان حالات سے گزرنے کے باوجود نہ تو آپؐ ضدّی تھے، نہ مایوسی یا بے چارگی کا شکار۔ بلکہ چہرے پر ہمیشہ اطمینان اور سکون ہی رہتا۔ یہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ

کی ہی تربیت کا نتیجہ ہے۔ اس کے سوا تو کچھ نہیں ہو سکتا۔ اُسی نے آپؐ میں یہ خوبیاں پیدا کیں اور ظاہر کیں۔

بچّہ واقعی۔ بات آپ کی ٹھیک ہی ہے۔ یہ اللہ میاں کے پیار کا انوکھا اور نرالا انداز ہے۔

ماں آپؐ کے دادا جان کو اپنی وفات کا اندازہ ہو گیا تھا۔[۱] اس لئے انہوں نے اپنے پیارے پوتے کو اپنے بیٹے حضرت ابوطالب کے سپرد کر دیا۔ حضرت ابوطالب اور آپؐ کے ابو جان حضرت عبداللہ کی امّی ایک تھیں۔ آپؐ کے دادا جان نے کئی شادیاں کی تھیں۔ انہوں نے خیال کیا کہ عبداللہ کی ماں یعنی آپؐ کی دادی جان فاطمہ بنت عمرو کے بیٹے ابوطالب کے ساتھ میرا پیارا پوتا اچھی طرح رہ سکتا ہے۔ ساتھ ہی ابوطالب کو نصیحت بھی کی کہ اس کا بہت خیال رکھنا۔ اس کو کوئی دکھ نہ ہو۔ اسکی حفاظت بھی کرنا، یہ بڑی شان والا بچّہ ہے۔ ایک دن دنیا اس کی شان کو دیکھے گی۔

بچّہ امّی حضرت ابوطالب کا اصل نام کیا تھا۔ ابوطالب کے ساتھ آپؐ آرام سے رہے۔ کیا انہوں نے بھی بہت پیار کیا۔

ماں حضرت ابوطالب کا اصل نام عبد مناف تھا۔ لیکن ان کے بڑے بیٹے طالب کی وجہ سے ان کی کُنیت ابوطالب ہو گئی۔ اور اسی نام سے مشہور ہوئے۔ حضرت ابوطالب نے اپنے باپ کی وصیّت پر ساری زندگی عمل کیا۔ اور آپ اپنے بچوں سے زیادہ اپنے بھتیجے محمدؐ

[۱] سیرت ابن ہشام جلد اوّل صفحہ ۱۱۵

سے پیار کرتے۔ انہیں اپنے ساتھ سُلاتے، آپؐ کے بغیر کھانا نہیں کھاتے، اگر کسی وجہ سے دیر سے گھر آتے اور بچے کھانا کھا چکے ہوتے تو سب سے پہلے پوچھتے کہ محمدؐ نے کھانا کھایا۔ اسی طرح آپ بھی ہر جگہ ننھے محمدؐ کو ساتھ ساتھ رکھتے۔[لہ] اور یہ پیار کا سلوک حضرت ابوطالب نے اپنی آخری زندگی تک جاری رکھا۔ سارے قریش کے قبائل سے دشمنی مول لے لی۔ لیکن آپؐ کی حفاظت اور محبت میں کوئی فرق نہ آیا۔

بچہ پیارے محمدؐ کے بچپن کا کوئی اور واقعہ سنائیے۔

ماں واقعات تو بہت سے ہیں۔ ایک سناتی ہوں۔

ابھی آپؐ چھوٹے تھے۔ دادا جان کی وفات کے بعد مکہ میں قحط پڑا۔ جب کافی عرصہ تک بارش نہیں ہوئی تو قریش حضرت ابوطالب کے پاس آئے اور دعا کی درخواست کی۔ حضرت ابوطالب کو نہ جانے کیا سوجھی کہ انہوں نے ننھے محمدؐ کا ہاتھ پکڑا اور خانہ کعبہ میں لے گئے۔ کعبہ کی دیوار کے ساتھ آپؐ کو کھڑا کر کے کہا۔ کہ بیٹا دعا کرو کہ بارش ہو جائے۔ آپؐ نے بھی چچا کی بات فوراً مان لی۔ اور اپنے ننھے ہاتھ خدا کے حضور اٹھا دیئے۔ معصوم سی صورت والے اس منے سے شہزادے کی یہ ادا میرے مولا کو بہت پسند آئی۔ اور اس کے ہاتھ اٹھاتے ہی آسمان میں رحمت کے بادل چھا گئے اور بارش برسنے لگی۔

لہ سیرت النبی جلد اوّل شبلی نعمانی صفحہ ۱۷۷

بچّہ کیا حضرت ابوطالب کو اندازہ تھا کہ یہ بابرکت بچّہ ہے۔

ماں بالکل اندازہ بلکہ یقین تھا۔ وہ آپؐ کے پیدا ہونے سے ہی ان برکتوں کو دیکھ رہے تھے۔ پھر حضرت عبدالمطلب نے تو وفات سے پہلے وصیت میں بڑی وضاحت سے بیان کیا کہ "اس کی پیروی حرم کے سوا تمام کرۂ ارض کی کشادہ اور سنگلاخ زمین میں بھی کی جائے گی۔ اور ساکنانِ حرم اور اس کے ارد گرد کے لوگ بھی ایسا ہی کریں گے۔ اور جو بھی جزائے خیر کا طالب ہوگا۔ وہ اس کی اقتداء سے سرتابی نہ کرے گا۔"[1]

بچّہ پیارے محمدؐ اس کم عمری میں کیا کیا کرتے۔ کیا وہ اسکول میں داخل نہیں ہوئے تھے؟

ماں عرب میں عام طور پر اور شرفاء اور رؤساء میں خاص طور پر پڑھائی کو اتنی اہمیت نہیں دی جاتی تھی۔ بلکہ ان کو اپنے حافظے پر بڑا مان تھا۔ وہ ہر بات، ہر چیز کو یاد رکھ لیتے۔ اس لئے لکھنے پڑھنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ پھر اس زمانے میں آجکل کی طرح پڑھائی کا رواج بھی نہ تھا۔ بس بچّے یا تو کھیلتے تھے یا اگر کوئی کام کرتے تو بکریوں کو چرانے لے جاتے تھے۔ اُسی زمانے کا ذکر ہے کہ آپؐ فرماتے ہیں کہ

"جو پیلو کالے ہو جاتے ہیں زیادہ میٹھے ہوتے ہیں۔ میں بھی بکریاں چراتے ہوئے ان کو چُن چُن کر کھایا کرتا تھا۔"[2]

---

[1] نقوشِ رسولؐ نمبر جلد ۱۱ صفحہ ۶۷ — [2] سیرت خاتم النّبیین جلد اوّل

بچہ آپ بتاتی ہیں کہ بعض لوگوں نے آپؐ کو بچپن میں ہی پہچان لیا تھا کہ اس بچّہ کی بڑے ہوکر شان ظاہر ہوگی۔ اس کے متعلق کوئی واقعہ سنائیں۔

ماں واقعات تو کئی ہیں۔ جب حضرت حلیمہ آپؐ کو آپؐ کی امّی کے پاس شقِ صدر کے واقعہ کے بعد چھوڑنے آرہی تھیں، جب کچھ لوگوں نے آپؐ کو دیکھ کر پہچان لیا تھا۔ لیکن ایک واقعہ بتاتی ہوں۔

مکّہ میں بنی لہب کا ایک آدمی آیا۔ یہ علم قیافہ یعنی چہرہ دیکھ کر حالات بتانے والا تھا۔ قریش کے لوگ اپنے اپنے بچّوں کو لے کر اس کے پاس آئے تاکہ حالات معلوم کرسکیں۔ حضرت ابوطالب بھی آپؐ کو لے کر پہنچے۔ اس نے آپؐ کو ایک نظر دیکھا پھر دوسرے بچّوں میں مصروف ہوگیا۔ باری باری ان کے ماں باپ کو ان بچّوں کے بارے میں بتاتا رہا۔ وہ غالباً یہ چاہتا تھا کہ سب سے فارغ ہو کر اطمینان سے آپؐ کو دیکھے۔ اور پھر اندازہ لگائے کہ یہ کس شان کا بچّہ ہے۔ جب اس کو فرصت ملی تو بولا اس بچّے کو لاؤ۔ جس کو میں نے ابھی دیکھا تھا۔ وہ تو بڑا ہونہار معلوم ہوتا ہے اس کی ضرور شان ظاہر ہوگی۔ لیکن جب اس کو حضرت محمدؐ دکھائی نہ دیئے تو بے قراری سے پوچھتا رہا۔ وہ بار بار آپؐ کو تلاش کرنے کی غرض سے اِدھر اُدھر بے تابی سے دیکھ رہا تھا۔ اس کی حالت دیکھ حضرت ابوطالب کو خوف محسوس ہوا اور انہوں نے آپ کو چھپا لیا۔ پھر آہستہ سے لوگوں کے ہجوم سے نکل آئے اور تیزی سے آپ کو لے کر گھر میں داخل ہوگئے۔ سیرت ابنِ ہشام جلد اوّل صـ۱۱۶

بچّہ حضرت ابوطالب کیا کام کرتے تھے ؟

ماں حضرت ابوطالب تجارت کرتے تھے اور بعض اوقات قافلوں کے ساتھ مکّہ سے باہر شام، یمن کی طرف بھی جاتے۔ انہوں نے کئی تجارتی سفر کیئے۔

بچّہ پیارے محمدؐ آپ کے بغیر رہ جاتے تھے۔

ماں دراصل حضرت ابوطالب آپؐ کو اپنے ساتھ ہی رکھتے تھے۔ لیکن جب وہ شام کے سفر پر جانے لگے تو سفر کی طوالت اور راستے کی مشکلات کی وجہ سے چاہا کہ آپ گھر پر رہ جائیں۔ لیکن آپؐ نے اپنے پیارے چچا کے بعد ان کی جدائی میں رہنا برداشت نہ کیا اور پریشان ہو گئے۔ جب قافلہ روانہ ہونے لگا تو دوڑ کر لپٹ گئے اور رونے لگے۔ حضرت ابوطالب خود بھی آپؐ کے بغیر جاتے ہوئے گھبرا رہے تھے لیکن مجبوری تھی۔ اب آپؐ کی حالت جو دیکھی تو چھوڑ کر جانے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ چنانچہ انہوں نے فیصلہ کیا کہ کچھ بھی ہو ساتھ ہی لے کر جاؤں گا۔[1]

بچّہ اب تو آپ خوش ہو گئے ہوں گے ؟

ماں پیارے محمدؐ اور چچا دونوں ہی خوش تھے کہ ساتھ جا رہے ہیں۔ وہ آپؐ کو لے کر چلے۔ جب بُصریٰ کے مقام پر پہنچ کر قافلے نے پڑاؤ ڈال دیا۔ یہ علاقہ شام کے جنوب میں واقع ہے۔ اس جگہ پر ایک عیسائی راہب کی خانقاہ (عبادت گاہ اور گھر) تھی جو صومعہ کہلاتی تھی۔ راہب ایسے درویشوں کو کہتے ہیں جو دنیا چھوڑ کر اللہ

---

[1] سیرت خاتم النبیینؐ جلد اوّل صفحہ ۱۲۹

کی عبادت میں مگن ہوجاتے ہیں۔ اس راہب کا نام بحیرہ تھا۔ وہ دُور سے قافلہ کو آتا دیکھ رہا تھا۔ جیسے ہی قافلہ خانقاہ کے قریب پہنچا تو اس نے دیکھا کہ تمام درختوں کی شاخیں جُھک گئی ہیں اور پتھر بھی سجدہ کر رہے ہیں[۱] یہ ایک کشفی نظارہ ہوسکتا ہے۔ چونکہ یہ راہب الہٰی کُتب کا ایک بڑا عالم بھی تھا اور سات پشتوں سے باری باری یہ نشانیاں اور پیشگوئیاں اس کو اپنے بزرگ عالموں سے پہنچی تھیں۔ پھر وہ یہ بھی جانتا تھا کہ ان نشانیوں کے تحت وقت آگیا ہے کہ اس نبی کا ظہور ہو جس نے ساری دنیا کی ہدایت کا کام کرنا ہے اور اسی کے ذریعے ساری قوموں کو سچائی کا پیغام ملنے والا تھا۔

چنانچہ اس نظارے کو دیکھ کر اُسے یقین ہوگیا کہ وہ مقدس وجود اس قافلہ میں موجود ہے۔ پھر ایک روایت ہے کہ اس نے بارہ سالہ بچے محمدؐ کو بھی دیکھ لیا تھا۔ جس کے سر پر ابر (بادل) کا سایہ تھا[۲]

بچّہ مال | بحیرہ راہب نے کیا کیا۔

یہ نظارہ دیکھ کر وہ اپنے صومعہ سے باہر نکلا اور ایک دعوت کا انتظام کیا۔ تاکہ وہ آپؐ کی عادتوں اور باتوں کو دیکھ کر جان سکے کہ واقعی وہ نبی آپؐ ہیں۔ پھر قافلہ والوں کو کہلا بھیجا کہ آپ تمام لوگ میرے مہمان ہیں اور سب اس دعوت میں آئیں کوئی بھی باقی نہ رہے۔ ادھر قافلہ کے لوگ حیران تھے کہ ہم تو ہر سال یہاں سے گزرتے ہیں

۱۔ سیرت ابن ہشام جلد اوّل صفحہ ۱۱۴ ۔ ۲۔ سیرت خاتم النبیینؐ جلد اوّل صفحہ ۱۲۹

ٹھہرتے بھی ہیں، پہلے تو کبھی اس راہب نے ایسا سلوک نہیں کیا۔ دعوت کرنا تو دُور کی بات، وہ تو صومعہ سے بھی باہر نہیں نکلتا تھا۔ آخر اس اچانک تبدیلی کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ قافلہ کے لوگ اسی شش و پنج میں مبتلا تھے کہ بالآخر ایک شخص نے اس سے پُوچھ ہی لیا۔ وہ بولا۔ آپ کی بات صحیح ہے۔ پھر اصل بات کو چھپاتے ہوئے کہا کہ آپ میرے مہمان ہیں۔ اس لئے مَیں نے چاہا کہ آپ کی دعوت کروں[1] اس کا اصرار تھا کہ ہر فرد چاہے بچہ ہی کیوں نہ ہو یا غلام ہو دعوت میں سب آئیں۔ لیکن پیارے محمدؐ چونکہ بچہ تھے۔ آپؐ کی عمر بارہ سال تھی اس لئے اپنے سامان کے پاس ٹھہر گئے۔ اور سب دعوت پر چلے گئے۔

بچہ مال — لیکن بحیرہ راہب تو چاہتا تھا کہ سب آئیں اسی لئے تو وہ ہر آنے والے کو غور سے دیکھتا رہا۔ اور جب اس نے آپؐ کو نہ پایا تو پوچھا کہ کوئی رہ تو نہیں گیا۔ بتایا گیا کہ ایک بچہ اپنے سامان کے پاس ہے۔ وہ بولا کہ مَیں نے پہلے ہی کہا تھا کہ سب آئیں۔ پھر آپؐ کو اصرار کر کے بلوایا۔ چونکہ وہ پہلے ہی آپؐ کی شان کو دیکھ چکا تھا اس لئے وہ ہر حرکت کا بغور جائزہ لیتا رہا۔

جب سب کھانے سے فارغ ہوئے تو وہ آپؐ کو لے کر ایک طرف ہو گیا۔ اس نے آپؐ کے سارے جسم کو غور سے دیکھا اور کمر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے مہرِ نبوت کو پہچان لیا۔ جو آپؐ کے دو کندھوں کے درمیان ابھرا ہوا گوشت کا حصہ تھی۔

---

[1] نقوشِ رسول جلد II صفحہ ۶۹

بچّہ اس نے آپؐ سے کوئی بات نہیں کی؟

ماں اس نے آپؐ کو لات اور عزیٰ کی قسم دے کر کچھ باتیں پوچھنا چاہیں۔ وہ جانتا تھا کہ قریش ان دونوں بتوں کی قسم کھاتے ہیں۔ لیکن اس چھوٹے سے بچّے نے فوراً جواب دیا کہ مجھے ان سے سخت نفرت ہے۔ ان کی قسم نہ دیں۔[۱] پھر اس نے کہا کہ اللہ کی قسم جو میں پوچھوں مجھے اس کے بارے میں بتاؤ۔ وہ آپؐ سے آپؐ کی عادتوں سونے جاگنے وغیرہ کے متعلق پوچھتا رہا۔ اور ہر بات نشانیوں کے مطابق تھی۔ جب آپؐ کی ذات کے متعلق اس کی مکمل تسلّی ہوگئی تو پھر اس نے حضرت ابوطالب سے پوچھا کہ اس بچّے کے ساتھ آپ کا کیا رشتہ ہے۔ وہ بولے۔ یہ میرا بیٹا ہے۔ راہب نے فوراً کہا کہ اس کا باپ تو زندہ نہیں۔ یہ آپ کا بیٹا نہیں ہے۔ ابوطالب نے حقیقت بیان کی کہ یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے۔ وہ اس کی پیدائش سے پہلے ہی وفات پا چکے ہیں۔

بچّہ اب تو راہب کو یقین ہوگیا ہوگا کہ یہی بچہ بڑا ہو کر وہی عظیم نبی ہوگا۔

ماں وہ پوری طرح پہچان چکا تھا۔ بحیرہ نے حضرت ابوطالب سے کہا کہ اپنے اس بھتیجے کو لے کر فوراً لوٹ جائیں۔ کیونکہ اگر یہودیوں نے دیکھ لیا اور ان نشانیوں کو پہچان لیا۔ تو وہ اس بچّے کو نقصان پہنچائیں گے۔ آپ اہلِ کتاب سے اس کو بچائیں۔ کیونکہ وہ تمام نشانیاں جانتے ہیں۔ آپ کا بھتیجا بڑی عظمت والا ہے۔[۲] اس کا ظہور[۳] ہونے والا

[۱،۲] نقوش رسول نمبر جلد II ص ۶۹ - ۷۰   [۳] سیرت ابنِ ہشام جلد I صفحہ ۱۱۸

ہے۔ چنانچہ حضرت ابو طالب آپؐ کو لے کر جلد مکہؓ پہنچے۔

بچہ کسی اَور نے تو آپؐ کو اس سفر میں نہیں پہچانا۔

ماں ایک اور روایت ہے کہ اسی سفر میں زربر (زبیر) تماما (تمام) اور دریسا (دریس)، جو یہودی تھے انہوں نے بحیرہ کی طرح آپؐ کو پہچان لیا تھا اور دشمنی پر آمادہ ہو گئے تھے۔ انہوں نے آپؐ کو نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا لیکن بحیرہ نے ان کے ارادہ کو بھانپ لیا اور انہیں نصیحت کی۔ سانخہ ہی کہا۔ کیا تم نے اپنی کتابوں میں نہیں پڑھا کہ خدا اس کی حفاظت کرے گا۔ اور تم کچھ نہ بگاڑ سکو گے۔ اس لئے ایسا نہ کروؑ۔ ورنہ خود ہی الٰہی غضب کا شکار ہو جاؤ گے۔ چنانچہ یہ سن کر وہ رک گئے۔

بچہ امی کمال ہے۔ اتنی چھوٹی عمر میں بھی نشانیاں پوری ہو رہی تھیں۔ مکہ کے لوگ تو بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ پھر آپؐ نے جو لات و عزیٰ کی قسم کو نہیں مانا۔ تو کیا آپؐ نے کبھی بھی کسی بُت کی پرستش نہیں کی؟

ماں اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ آپؐ کو شرک سے محفوظ رکھا۔ اور یہی تو وہ باتیں تھیں جن سے اہلِ علم، اہلِ کتاب آپ کو پہچان لیتے تھے۔ میں آپ کو بتوں کی پرستش نہ کرنے کا ایک بڑا مشہور واقعہ جو آپؐ کی زندگی میں پیش آیا، بتاتی ہوں۔

بچہ پیاری امی ضرور بتائیں۔

ؑ رسولؐ نمبر جلد II صفحہ ۷۰

ماں عرب میں بوانہ بت کی سالانہ تقریب ہوتی تھی۔ بالکل جیسے ہماری عید کی تیاریاں ہوتی ہیں۔ اس طرح قریشِ مکہ بھی اس تقریب میں حصہ لینے کیلئے تیاریاں کرتے تھے۔ جب وہ دن آگیا۔ سب سے الگ تھلگ آپؐ ایک طرف چپ چاپ بیٹھے ہوئے تھے۔ جبکہ آپؐ کے ہم عمر بچے خوشی خوشی تیار ہو رہے تھے گھر کے بڑے جب جانے کے لئے تیار ہو گئے تو دیکھا کہ محمدؐ تو اسی طرح بیٹھے ہیں۔ آپؐ کی چچی آئیں اور بولیں کیا بات ہے محمدؐ۔ طبیعت تو ٹھیک ہے۔ آپؐ نے کہا کہ جی بالکل ٹھیک ہوں۔ بولیں۔ پھر تیار نہیں ہوئے۔ کیا بات ہے۔ چلنا نہیں۔ آپؐ نے جواب دیا کہ میں نہیں جاؤں گا۔

بچہ اتنے اہم موقع پر نہ جانے کی وجہ سے تو سب ناراض ہوئے ہوں گے۔

ماں پہلے تو سب نے سمجھایا اور باری باری تمام پھوپھیاں آئیں۔ اور اصرار کیا کہ یہ تو ہماری عزت کا سوال ہے۔ تم کو چلنا ہوگا۔ آخر چچا بھی آگئے۔ لیکن آپؐ کا ایک ہی جواب تھا کہ میں اس تقریب میں نہیں جاؤں گا۔ مجھے بتوں کی پرستش پسند نہیں۔ آپؐ کے بار بار انکار کے باوجود سب کا اصرار بڑھتا رہا۔ کیونکہ یہ قریش کا معزز گھرانہ تھا۔ اور کعبہ کا متولی بھی۔ پھر بھلا اس اہم تقریب میں بنو ہاشم کا کوئی فرد کیسے شریک نہ ہو۔ لیکن جتنا اصرار بڑھتا گیا، اسی عزم سے آپؐ کا انکار جاری رہا۔ آخر ابو طالب کو شکایت پہنچی کہ محمدؐ تیار نہیں ہو رہا۔ تو وہ آئے۔ بڑی محبت و شفقت اور

پیار سے محمدؐ سے کہا کہ کیا بات ہے۔ میری جان۔ کیوں نہیں چلتے۔ آپؐ بار بار کی تکرار سے تنگ آگئے تھے۔ روہانسے ہو کر بولے چچا۔ مَیں ہرگز نہیں جاؤں گا۔ مجھے ایسی جگھوں پر جانا بالکل پسند نہیں۔ سخت گھبراہٹ ہوتی ہے۔ خوف آتا ہے۔ مَیں نہیں جاؤنگا نہ ہی اس موقع کا کھانا کھاؤں گا۔ محبّت کرنے والے چچا کا دل تڑپ اٹھا۔ اور فیصلہ سنا دیا کہ محمدؐ کو کوئی تنگ نہ کرے۔ اس کا جو جی چاہتا ہے اسے وہی کرنے دو۔ بار بار اصرار کر کے تنگ مت کرو۔

بچّہ آپؐ کے اَور بھی تو چچا تھے۔ انہوں نے کیا کہا؟

ماں دوسرے چچاؤں نے تو یہاں تک کہا کہ ابو طالب کے پیار نے اس کو بگاڑ دیا ہے۔ لیکن ابو طالب سب کو سمجھا کر چلے گئے۔ اور باری باری سب تقریب میں جانے لگے۔ آپؐ اپنی لونڈی ام ایمن کے ساتھ گھر پر رہ گئے۔ آپؐ نے نہ صرف یہ کہ کسی بُت کی تقریب میں شرکت نہیں کی بلکہ کبھی بھی بتوں کے نام کا کھانا نہیں کھایا۔ یُوں خدا تعالیٰ کی طرف سے آپؐ کی تربیت ہو رہی تھی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو بچپن میں ہی شرک سے محفوظ رکھا۔

بچّہ کیا اللہ میاں ہر معاملہ میں آپ کی نگرانی کر رہا تھا۔ اور آپؐ کو غلط باتوں سے بچاتا تھا۔

ماں آپ نے دیکھا کہ اللہ میاں نے اپنے شہزادے محمدؐ کو شرک سے کیسے بچایا۔ اسی طرح اس نے قریش کی ناچ گانوں کی مجالس اور دوسری بے ہودگیوں سے بھی آپؐ کی حفاظت کی۔

بچہ وہ کیسے ؟

ماں پیارے آقا حضرت محمدؐ اپنے بچپن کے واقعات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا سب بچے پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے۔ انہوں نے اپنے تہہ بند کھول کر ان کو کندھوں پر رکھا۔ عرب میں عموماً بڑے لوگ بھی کام کرتے ہوئے یا مزدوری کرتے ہوئے اپنے تہہ بند کو گردن سے باندھ لیتے تھے۔ یا کندھے پر رکھ لیتے تھے۔ ان میں برہنگی (ننگے پن) کو عیب (برائی) نہیں جانا جاتا تھا۔ کیونکہ وہ کعبہ کا طواف بھی ننگے ہو کر کرتے تھے جب آپؐ نے بھی پتھر لانے کے لئے اپنے تہہ بند کو کھولنا چاہا تو غیب سے توجہ دلائی گئی کہ ایسا مت کر۔ تہہ بند کو سختی سے باندھے رکھو۔ آپؐ فرماتے ہیں کہ میں ڈر گیا۔ سب بچے اس برہنگی کی حالت میں پتھر لا رہے تھے لیکن صرف میرا تہہ بند بندھا ہوا تھا اور میں اپنی گردن پر پتھر رکھ کر لاتا رہا۔[1]

بچہ کیا اسی طرح کا کوئی اور واقعہ بھی ہوا۔

ماں اسی طرح کا واقعہ تعمیرِ کعبہ کے وقت بھی پیش آیا۔ جب قریش اپنے تہہ بندوں کو گلے میں باندھے پتھر اٹھا کر لا رہے تھے۔ آپؐ حضرت عباسؓ (چچا) والے گروپ میں شامل تھے۔ کیونکہ انہوں نے کام کے لئے لوگوں کو دو گروپس میں بانٹ دیا تھا۔ آپؐ کے چچا نے کئی بار کہا کہ تہہ بند اونچا کر لو لیکن آپؐ اسی طرح کام میں مصروف رہے۔ لیکن تہہ بند بار بار اٹک جاتا تھا۔

---

[1] سیرت ابنِ ہشام جلد اوّل صفحہ ۱۱۹

بچہ اللہ میاں کیسے اپنے پیارے بندوں کو سمجھاتا ہے۔ بڑی حیرت ہوتی ہے۔ ایک بات تو بتائیے کہ عرب میں ناچ گانے، شعروشاعری کی بڑی بڑی مجالس کیوں لگتی تھیں

ماں آپ تو پہلے ہی جان چکے ہیں کہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر بھی خدا تعالےٰ آپؐ کو بتاتا اور سمجھاتا رہا۔ پھر اتنی بڑی بات پر کیسے حفاظت نہ کرتا۔ اس زمانے میں نہ تو ریڈیو تھا اور نہ ہی ٹی وی کہ کوئی غزل گانے، قوالی وغیرہ یا پھر کوئی دھن سن لیں۔ یا کوئی قصہ کہانی یا ڈرامہ دیکھ سکیں۔ اس وقت جب اس طرح کی دلچسپی نہیں تھی۔ اس لئے اس زمانے میں شام کے وقت دن بھر کے تھکے ہارے انسان یا تو صحنِ کعبہ میں جمع ہو جاتے۔ اور ٹولیاں بنا کر بیٹھتے یا پھر میدانوں میں جہاں کھلے آسمان تلے ٹھنڈی ہوائیں چل رہی ہوتیں، ناچ گانے کا لطف اٹھاتے۔ یہ اس دور کے "Open Theater" یعنی کھلے سٹیج تھے۔ اس کے علاوہ یوں ہی مل بیٹھنے سے اِن کو مکہ سے باہر کی خبروں کا پتہ چلتا۔ جو کوئی بھی سفر سے لوٹتا یا کوئی اجنبی آتا تو ایسی مجالس میں ضرور شریک ہوتا تھا۔ پھر اپنے خاندانوں کے قابلِ فخر کارنامے جاننے کا بھی موقع ملتا جو لطف کو اَور بھی بڑھا دیتا۔ گویا اس طرح شامیں گزارنے میں انہیں اپنے ماضی کے حالات کے ساتھ ساتھ حال کی خبریں بھی معلوم ہوتی رہتیں اور تفریحِ طبع کا سامان میسر آجاتا۔ نوعمر افراد ان مجالس میں بڑی دلچسپی لیتے تھے۔

بچہ کیا پیارے محمدؐ نے بھی ایسی مجالس میں شرکت کی۔

ماں ایک دن پیارے محمدؐ نے بھی سوچا کہ جا کر دیکھا جائے کہ اِن مجالس میں کیا ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کے ساتھی اکثر ذکر کرتے تھے۔ چنانچہ آپؐ نے اپنی بکریاں اپنے ساتھیوں کے حوالے کیں اور مکہؔ میں ایسی مجلس کی تلاش میں نکلے۔ شہر میں پہنچے تو ایک محلّے سے گانے اور ناچنے کی آوازیں آ رہی تھیں معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ فلاں مرد کا فلاں عورت سے نکاح ہے جس کی وجہ سے یہ محفل جمائی گئی ہے۔ آپؐ بھی وہاں پر چلے گئے۔ لیکن اندر جاتے ہی نیند کا ایسا غلبہ ہوا کہ فوراً ہی سو گئے اور صبح ہی آنکھ کھُلی۔ جب اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچے اور انہوں نے رات کا احوال پوچھا تو وہ یہ سن کر حیران رہ گئے کہ ایسی دلچسپ اور پُر لطف محفل میں نیند کیسے آ گئی۔

بچّہ امّی وہ لوگ ٹھیک ہی تو سوچ رہے تھے۔

ماں مگر وہ نہیں جانتے تھے کہ خدا تعالیٰ اس معصوم نوعمر کی حفاظت کر رہا ہے۔ وہ اپنے پیارے کو ان مجالس سے دُور رکھنا چاہتا ہے۔ کیونکہ یہ خدا کا پیارا ان مجالس کے لئے تو پیدا نہیں کیا گیا۔ بلکہ یہ تو دنیا کو ان فضول دلچسپیوں سے بچانے کے لئے ظاہر ہوگا یہ تو انسان کو خدا کی طرف بلانے والا ہے۔ پھر بھلا وہ کیسے ان مجلسوں اور محفلوں سے لُطف اٹھا سکتا تھا۔

بچّہ کیا آپؐ کبھی کسی مجلس میں پھر نہیں گئے ؟

ماں دوسری مرتبہ آپؐ نے پھر کوشش کی کہ شرکت کروں۔ لیکن پہلے جیسا ہی معاملہ پیش آیا۔ اور آپؐ دوبارہ اِن فضولیات سے

بچالئے گئے۔ اس کے بعد تو آپؐ کا دل ان باتوں سے نفرت ہی کرنے لگا۔ اور یوں ہمیشہ کے لئے ان فضولیات سے محفوظ ہو گئے۔ ان واقعات سے ایک بات آپ کو سمجھانا چاہتی ہوں کہ خدا تعالیٰ کو وقت کا ضائع کرنا بھی بالکل پسند نہیں ہے جس طرح وہ اپنی اور نعمتوں کے ضائع کرنے پر ناراض ہوتا ہے۔ اور انہیں چھین بھی لیتا ہے۔ اسی طرح وقت بھی اس کی ایک نعمت ہے۔ جس کو بیکار کاموں میں خرچ کرنا۔ یا فضولیات دیکھنا، سننا بھی اس کو پسند نہیں۔ آجکل آپ بچے خود انصاف سے بتائیں کہ کتنا وقت ضائع ہوتا ہے۔ کبھی ٹی وی دیکھتے ہیں۔ کبھی ریڈیو سنتے ہیں۔ کبھی فضول باتیں کرتے یا خواہ مخواہ کسی کا مذاق اڑاتے لطیفے سناتے ہیں یا پھر فون پر بیکار گپ بازی کرتے ہیں اور کچھ نہیں تو افسانے، ناول، کہانیاں وغیرہ پڑھتے ہیں۔ یہ تمام وہ چیزیں ہیں جن سے ہمیں اپنی زندگی میں کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ نہ ہی ہماری روح خوش ہوتی ہے۔ اس کے لئے قرآن پاک۔ احادیث۔ بزرگان کی کتب واقعات۔ تاریخی حقائق ہیں۔ یا پھر کوئی اور علم جو پڑھنے۔ سننے یا پھر دیکھنے سے ذہن تیز ہو۔ اگر یہ حاصل نہ ہو تو سب بیکار باتیں ہیں۔ اور یہی بات ہم انسانوں کو بتانے سمجھانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے پیارے آقا کو ان فضولیات سے محفوظ رکھا۔ ان سے بچنے کی وجہ سے ہی آپ نے دنیا میں اتنے بڑے بڑے کام کئے۔ ذہن ایک طرف لگا رہا۔ انسانیت کی بھلائی۔ اس کی خدمت۔ اس کی تربیت پر خرچ ہوا۔ اور دنیا نے نہ صرف روحانی بلکہ دنیاوی علوم بھی حاصل

کئے اور اسی وجہ سے آج ترقی کی یہ رفتار حاصل ہوئی۔ جب مسلمانوں نے وقت کی قدر کرنا چھوڑا۔ تو آج ان کی حالت آپ کے سامنے ہے۔

بچہ واقعی جو خدا تعالیٰ کا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کی کمال حفاظت کرتا ہے۔ امّی کیا اگر ہم بھی اس پیارے مولا سے پیار کریں اور اس کا کہنا ماننے لگیں۔ اپنے وقت کو ضائع نہ کریں اور پھر ہمارا دل غلط کام کو نہ چاہے تو کیا اللہ میاں ہم کو بھی بچائے گا۔

ماں بالکل بچائے گا۔ اور وہ تو اب بھی بچاتا رہتا ہے۔ اگر اس کی حفاظت نہ ہو تو انسان نہ جانے کہاں کا کہاں نکل جائے انسانوں پر یہ اس کا بہت بڑا احسان ہے۔ لیکن جو انسان اس دنیا میں برائیوں میں پڑ جاتے ہیں۔ اس کی بھی وجہ ہوتی ہے۔ یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو چھوڑ دیتا ہے۔ اور ان کی حفاظت نہیں کرتا۔ بلکہ وہ تو اپنے بندوں کو ماں سے زیادہ پیار کرتا ہے۔ جس طرح ماں ایک بچے کو بار بار گرنے سے۔ برباد ہونے سے بچاتی ہے۔ چاہے بچہ اس کی بات مانے یا نہ مانے۔ لیکن ماں کوشش کرتی ہی رہتی ہے۔ جب وہ اس کو روک نہیں سکتی تو دعائیں کرتی ہے۔ دوسرے لوگوں کو کہتی ہے کہ اس کو سمجھاؤ کہ یہ راستہ غلط ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ کو تو کسی کی مدد کی ضرورت نہیں۔ وہ تو خود براہِ راست بندوں کو سمجھاتا ہے۔ مگر اس دنیا کا ایک اصول ہے۔ ایک قانون ہے اور خدا تعالیٰ ان ہی قوانین کے تحت اپنی قدرت دکھاتا ہے۔

بچہ وہ کیسے؟ ہم اللہ میاں کے اصول کیسے سمجھ سکتے ہیں؟

ماں جس طرح ایک آئینہ اگر صاف ہے تو اس میں چہرہ بھی صاف نظر آئے گا۔ اگر اس پر گرد و غبار ہے تو چہرہ بھی دھندلا دکھائی دیگا اور اگر مکمل طور پر گرد سے اَٹ جائے تو پھر تو کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ اسی طرح انسان دور ہو تو آواز نہیں آتی۔ یا پھر ایک اور اصول ہے کہ اس آواز یا بات کو، یا پھر زبان کو جس میں بات ہو رہی ہے، سمجھنے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ اس لئے اگر آواز سنائی بھی دے تب بھی انسان اس کو سمجھ نہیں سکتا۔ اگر آپ کہیں کہ فون کی آواز تو بڑی دُور سے آجاتی ہے۔ لیکن اگر لائن درست نہ ہو تو آپ کا مطلوبہ نمبر نہیں ملے گا۔ اور اگر مل جائے گا تو لائن صاف نہ ہونے کی وجہ سے بات سمجھ میں نہیں آئے گی۔ بالکل اسی طرح اگر انسان کا دل صاف نہیں تو اس کو خدا نہیں مل سکتا۔ وہ موجود ہونے کے باوجود اس کو نظر نہیں آتا۔ کیونکہ دل اور ذہن پر گناہوں کی، خطاؤں کی، کمزوریوں کی گرد (مٹی) پڑی ہوتی ہے۔ اور چونکہ خدا کے کلام کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے اس لئے اس کی بات بھی سمجھ میں نہیں آتی۔ پھر ہمارا اپنے خدا کے ساتھ مضبوط رشتہ یا رابطہ نہیں ہے۔ اس لئے اس کی ہدایات ہم تک پہنچ نہیں سکتیں گویا لائن نہیں ملتی یا نظام کی خرابی کی وجہ سے درست آواز نہیں آتی۔ یہ تمام باتیں ایسی ہیں کہ ہم اگر اپنی اصلاح کریں اور دل اور دماغ کو صاف رکھیں۔ بُری باتوں سے بچیں۔ نہ خرابیوں کو دیکھیں نہ گندی باتیں سنیں۔ اور نہ فضول خیالات ذہن میں آنے دیں۔ اگر بار بار کوشش کرنے کے باوجود پھر بھی دل میں کسی کے لئے کوئی

بات آتی ہے یا پھر ذہن بھٹک جاتا ہے تو استغفار پڑھیں۔ نیک لوگوں کی مجالس میں بیٹھیں۔ اور اچھے لوگوں کو دوست بنائیں۔ یوں ہم اپنے آپ کو خدا کا پیارا بنانے کی کوشش کرنے والے بن جائیں گے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کو بھی بڑا پیار آتا ہے۔ اور وہ کہتا ہے کہ " اگر میرا بندہ میری طرف چل کر آتا ہے تو مَیں دوڑ کر اس کی طرف آتا ہوں۔ اگر وہ میری طرف دوڑتا ہے تو مَیں جلدی سے اس کو تھام لیتا ہوں۔"

گویا خدا کو پانا مشکل کام نہیں۔ صرف ارادے اور مضبوط عزم کی ضرورت ہے۔ اور وہ تو اپنے پیاروں کو پاکر بہت خوش ہوتا ہے۔ جس طرح ایک ماں کو اس کا کھویا ہوا بچّہ مل جائے تو اس کی خوشی کی کیا حالت ہوگی۔

بچّہ آپ نے تو مجھے بڑی اچھی اور آسان سی ترکیب بتا دی۔ میرے لئے دعا کریں کہ مَیں بھی اللہ میاں سے پیار کرنے والا بن جاؤں اور وہ بھی مجھ سے پیار کرے۔

ماں خدا کرے کہ آپ اور دنیا کے سب بچّے خدا تعالیٰ سے پیار کرنے والے اور اس کے پیار کو حاصل کرنے والے بن جائیں (آمین)

اب ہم آپؐ کی سیرتِ طیبّہ کی طرف آتے ہیں۔ ہم نے آپؐ کے بچپن کے واقعات سنے۔ پھر لڑکپن کے بھی سنے۔ اب پیارے محمدؐ نوجوانی کے دَور میں داخل ہو رہے ہیں۔ جس طرح آپؐ کا بچپن پاکیزہ اور معصوم اداؤں سے بھرا ہوا دکھائی دیتا ہے تو اسی طرح آپؐ کا لڑکپن بھی عام قریشِ مکّہ کے لڑکوں سے بالکل مختلف تھا

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو جس مقصد (کام) کے لئے پیدا کیا۔
اور آپؐ پر جو ذمہ داریاں ڈالنا چاہتا تھا۔ اس کے لئے آپؐ کا وجود
ایک نمونہ کی طرح ہونا ضروری تھا۔ ورنہ دنیا کا کوئی بھی انسان کہہ
سکتا تھا کہ اس زندگی سے ہم کیسے فائدہ حاصل کر سکتے ہیں جبکہ بچپن
کے دَور میں یہ کمزوری تھی۔ مثلاً ضد کرنا، نافرمانی، کھانے پر لڑائی،
چھینا جھپٹی، چیخنا چلانا، یا پھر روٹھ جانا وغیرہ۔ لڑکپن میں سچ نہ
بولنا، کوئی چیز کسی نے رکھنے کے لئے دی تو اس کی حفاظت نہ کرنا
یا اگر کھانے کی ہے تو کھا لینا۔ وعدہ خلافی۔ اپنی بڑائی یا خوبصورتی پر
اترانا وغیرہ۔ ایسی چیزیں ہیں جو عام طور پر بچّوں میں نظر آتی ہیں لیکن
اس پیارے انسان میں کوئی بُری بات ایسی نہیں تھی جس کو کوئی
پیش کر سکے۔ آپؐ کے اخلاق اور کردار کی پاکیزگی اور فطرت کی معصومیت
کی گواہی تو دشمنوں نے بھی دی۔

بچّہ: آپ پیارے محمدؐ کے اخلاق اور کردار کے بارے میں بھی کچھ بتائیں۔

ماں: آپؐ انتہائی خوش خلق، غریبوں سے ہمدردی کرنے والے تھے۔ اور
کردار کے لحاظ سے آپؐ جیسا کوئی نہ تھا۔ زندگی میں کبھی مذاق میں بھی
غلط بیانی نہیں کی۔ پھر جھوٹ بولنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اسی
لئے سارے مکہ میں 'صدیق' کہلاتے تھے۔ کبھی کسی سے لڑائی جھگڑا
نہیں ہوا۔ کھانے کے معاملے میں آپؐ کی چچی جو حضرت ابوطالب کی
بیوی تھیں، کہتیں کہ جب میں بچّوں کو کھانا دینے لگتی تو سب جمع
ہو جاتے اور چاہتے کہ ان کو پہلے دوں اور زیادہ دوں۔ لیکن محمدؐ
ایک طرف ہو کر بیٹھ جاتے۔ کبھی نہ ملتا تو آبِ زمزم سے پیٹ بھر لیتے۔

لیکن کبھی مارا نہیں۔ اسی بات کو دیکھتے ہوئے آپؐ کے لئے وہ پہلے کھانا نکال کر رکھ دیتی تھیں۔ بڑوں کا ادب، ان کا کہنا ماننا، احترام کرنا، چھوٹوں پر شفقت، ان کو کبھی نہیں ستایا یا مارا، بزرگوں کی خدمت، جو کہا وہ کام کر دیا۔ یہ وہ باتیں تھیں جس کی وجہ سے آپؐ نہ صرف خاندان بلکہ مکہّ کے لوگوں کی بھی آنکھ کا تارا تھے۔ کبھی کسی نے آپؐ کی شکایت نہیں کی۔ پھر جیسے جیسے بڑے ہوتے گئے آپؐ کی خوبیاں اور نمایاں ہو کر سامنے آتی گئیں۔ کسی نے کوئی چیز آپؐ کے پاس رکھوائی تو اسی طرح محفوظ ملی۔ جب چاہا واپس لے لی۔ جس کی وجہ سے 'امین' کہلاتے تھے۔ غریبوں کی مدد کرنا، کمزوروں پر رحم کرنا، پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا، پھر ہر ایک کے دکھ کو دیکھ کر خود دکھی ہو جانا، اس کی مدد کرنا، سب کا بوجھ اٹھانا، ہر ایک سے محبّت اور شفقت کے ساتھ پیش آنا۔ احترام تو کمال تھا۔ کیا غلام کیا بوڑھا، کیا غریب کیا عورت یا بچّہ سب کا احترام کرنا، عزت دینا، ہر بات کا خوش اخلاقی کے ساتھ مسکرا کر جواب دینا، ہر ایک کی بات کو بڑے تحمل و حوصلے سے سننا، پھر مشورہ دینا۔ اور اگر کوئی گالی بھی دے تو اس کو بُری بات نہ کہنا۔ کیا پیاری عادتیں تھیں جو آپؐ میں نظر آتی تھیں۔ یہ صرف اور صرف خدائی حفاظت اور تربیت کی وجہ سے تھا۔ نو عمری میں بچّے غلط باتیں سیکھ لیتے ہیں لیکن جن کے سر پر ماں باپ یا بزرگوں کا سایہ نہ ہو تو ان کا بگڑ جانا معمولی بات ہے۔ لیکن کوئی بے راہ روی یا اخلاق اور کردار سے گری ہوئی حرکت اس پیارے

انسان میں دکھائی نہیں دیتی ۔ اسی لئے آپؐ کے شدید دشمن اور مخالفین جو اسلام کی تعلیم لانے کی وجہ سے پیدا ہوئے تھے، وہ بھی آپؐ کی صداقت ۔ امانت ۔ دیانت ۔ شرافت ۔ نجابت پاکیزہ اخلاق اور پختہ کردار کے گواہ تھے۔[1]

بچہ قریشِ مکہ تو معمولی معمولی باتوں میں جھگڑ پڑتے تھے۔ آپ نے بتایا تھا کہ یہ چھوٹے چھوٹے جھگڑے جنگوں میں بدل جاتے کیا آپ کے دَور میں بھی کوئی لڑائی ہوئی ؟

ماں آپ نے بالکل صحیح بات یاد رکھی۔ عرب بڑی جنگجو قوم تھے۔ ان میں خاندانی غیرت بہت تھی۔ اس وجہ سے کسی کی بات سن کر چپ ہو جانا ان کی شان کے خلاف تھا۔ بات بات پر تلوار نکال لینا ان کی عادت تھی۔ ایک ایسی ہی لڑائی آپؐ کی جوانی کے دَور میں شروع ہوئی جو جنگوں میں بدل گئی اور اس کا سلسلہ رُک رُک کر چار جنگوں تک جاری رہا۔[2] یہ بڑی خطرناک اور مشہور جنگیں تھیں[3] جو حرب فجار کہلاتی ہیں۔ جب یہ جنگ شروع ہوئی تو آپؐ بچہ ہی تھے۔[4] ابن ہشام کہتے ہیں کہ اس وقت آپؐ کی عمر پندرہ، سولہ سال تھی۔ گویا کمسنی کا ہی دَور تھا۔[5]

بچہ یہ جنگ کیوں شروع ہوئی۔ اور حرب فجار کا کیا مطلب ہے؟

ماں حرب معنی جنگ، فجار معنی ناجائز۔ کیونکہ اس لڑائی کی ابتدا حرمت والے مہینہ میں ہوئی جس میں لڑنا عربوں میں بہت برا سمجھا جاتا

۱؎ نقوشِ رسول نمبر ۱۱ صفحہ ۴۷ ۔ ۴۳ ۔ ۲؎ سیرت خاتم النبیین جلد اوّل صفحہ ۱۲۴
۴؎ " " " " " "
۳؎ سیرت النبی شبلی نعمانی جلد اول صفحہ ۱۸۱ ۔ ۵؎ ابن ہشام جلد اوّل صفحہ 119

ہے۔ اس لئے اس کو ناجائز لڑائی کا نام دیا۔ ہوا یوں کہ قبیلہ بنو اذر کے عروہ الرجال بن عتبہ نے لطیمہ کو نعمان بن منذر کے واسطے پناہ دے دی۔ بنی کنانہ کے قبیلہ کے براض بن قیس نے عروہ کو کہا۔ کیا تو بنی کنانہ کے مقابلہ پر پناہ دیتا ہے۔

عرب جب کسی کو پناہ دیتے تھے تو ہر لحاظ سے اس کی حفاظت کرنا ان پر فرض تھا۔ کیونکہ یہ ان کی غیرت کا سوال تھا۔ عروہ نے کڑک کر جواب دیا کہ بنی کنانہ تو کیا میں ساری مخلوق کے مقابلہ پر اس کو پناہ دیتا ہوں۔ پھر کیا تھا۔ براض بھڑک اٹھا۔ لیکن اس وقت چپ ہو گیا اور موقعہ کی تاک میں رہا۔ ایک دن عروہ مقام تیمن ذی کلال میں آیا۔ جہاں براض نے اسکو غافل پا کر قتل کر دیا۔ یہ قتل کیونکہ حرمت والے مہینہ میں ہوا جس میں کسی کو مارنا منع ہے اس لئے یہ جنگ حرب فجار کہلاتی ہے[1]۔

بچہ: قریش تو ضرور بھڑک اٹھے ہوں گے کیوں کہ یہ تو ان کی غیرت کا سوال تھا؟

ماں: جب یہ خبر قریش کو پہنچی تو وہ   کے احاطے میں تھے۔ یہ سنتے ہی وہ سب روانہ ہوئے۔ ادھر ہوازن قبیلہ کے لوگ بھی بھاگے۔ انہوں نے قریش کو حرم میں داخل ہونے سے پہلے گھیر لیا۔ اور لڑائی شروع ہو گئی۔ لیکن رات کو قریش حرم میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ یوں یہ جنگ رک گئی[2] لیکن کچھ عرصہ بعد دونوں طرف

---

[1] ابنِ ہشام جلد اوّل صفحہ ۱۱۹-۱۲۰ [2] سیرت خاتم النبیین صـ ۱۳۵

کے قبائل کے رؤسا کے روکنے کے باوجود پھر چھڑ گئی[1] اسطرح یہ جنگ کئی بار رک رک کر ہوتی رہی۔ لیکن اس کی سب سے زیادہ خطرناک لڑائی آخری اور چوتھی جنگ ہے جس میں جوش غضب اور انتقام کی وجہ سے اپنی خاندانی غیرت کی خاطر بعض رؤسا نے اپنے آپ کو رسیوں سے بندھوا لیا تھا کہ اگر لڑائی کا زور ہو جائے تو بھی بھاگ نہ سکیں بلکہ مقابلہ کرتے رہیں[2]۔ یہ لڑائی قریش اور بنو کنانہ کے مقابلہ پر قیس عیلان اور قبیلہ ہوازن کے درمیان لڑی گئی[3]

بچہ اس جنگ کے جرنیل کون کون تھے؟

ماں جنگ میں ہر قبیلہ کا افسر الگ تھا۔ زبیر بن عبدالمطلب کی نگرانی میں بنو ہاشم تھے جبکہ بنو کنانہ کا افسر حرب بن امیہ جو ابوسفیان کا باپ تھا، مقرر ہوا[4]۔ صبح کے وقت سے دن چڑھے تک بنو قیس کا پلہ بھاری تھا۔ لیکن دوپہر کے بعد بنو کنانہ نے ان کو دبا دیا۔ یوں قریش کو فتح ہوئی۔ اس جنگ میں پیارے محمدؐ بھی شریک ہوئے تھے آپؐ اپنے چچاؤں کو تیر پکڑاتے تھے۔ خود لڑائی میں حصہ نہ لیا۔ اس وقت آپؐ کی عمر ۲۰ سال تھی[5]۔

بچہ جنگ کے ختم ہونے کے بعد کیا ہوا؟

ماں اس طویل جنگی سلسلہ نے کئی گھرانوں کو برباد کر دیا۔ کسی کا باپ نہ رہا تو کسی بیٹا اور کسی کا شوہر۔ پھر اس کے علاوہ عرب جنگجو فطرت کے مالک تھے۔ جو زیادہ طاقتور ہوتا وہ کمزور کا مال چھین لیتا۔ زمین

---

۱ ابن ہشام جلد اول صفحہ ۱۱۹ - ۱۲۰
۲ سیرت خاتم النبیین جلد اول صفحہ ۱۳۴
۳ ابن ہشام جلد اول صفحہ ۱۳۹
۴ سیرت خاتم النبیین جلد اول صفحہ ۱۳۵
سیرت النبی شبلی نعمانی جلد اول صفحہ ۱۸۲
۵ ابن ہشام جلد اول صفحہ ۱۲۰

دبا لینا۔ اس کے لونڈی غلام پر قبضہ کر لینا۔ اور بعض اوقات کمزور اور بے بس لوگوں کو زبردستی لونڈی اور غلام بھی بنالیا جاتا تھا۔ ایسی حرکتیں کرنے والے طاقتور۔ امراء یا قوم کے سردار ہوتے تھے۔ اس لئے اگر کسی کے دل میں ان حرکتوں کی وجہ سے احساس بھی پیدا ہوتا کہ یہ غلط بات ہے۔ ظلم ہے۔ لیکن مقابلہ کی طاقت نہ رکھنے کی وجہ سے مجبوراً خاموش ہو جاتے تھے۔ ان تمام باتوں کا بعض شریف طبیعت رؤسا کو بھی احساس ہوا۔ چنانچہ حضرت زبیرؓ بن عبد المطلب نے جنگ سے واپسی پر تجویز پیش کی۔ کہ قدیم عربوں نے جو ایک معاہدہ کیا تھا کہ "ہم کمزوروں کا حق دلوائیں گے۔ ظالم کو ظلم سے روکیں گے۔ اور مظلوم کی مدد کریں گے۔"[1] اب ایک بار پھر ضرورت ہے کہ اس عہد کو دوبارہ قائم کیا جائے تاکہ برائیوں، جھگڑوں سے جو جانوں اور مال کا نقصان ہوتا ہے اس سے بچا جا سکے۔ یہ تجویز سب کو پسند آئی۔

بچّہ یہ معاہدہ کن لوگوں نے کیا تھا۔ ان کے کیا نام تھے۔ اور اس معاہدہ کو کیا کہتے ہیں؟

ماں سبحان اللہ! آپ نے ایک ساتھ اتنے سارے سوال کر ڈالے مجھے بڑی خوشی ہے کہ اب آپ کو تاریخ کے واقعات اچھی طرح سمجھ میں آنے لگے ہیں۔

اس معاہدہ کو قبیلہ جرہم اور قطورا کے لوگوں نے قائم کیا تھا

[1] سیرت خاتم النبیینؐ جلد اوّل صفحہ ۱۳۵

یہ عرب کے قدیم باشندے تھے۔ پھر یہ معاہدہ کسی وجہ سے قائم نہ رہ سکا۔ لیکن اس عہد کو قائم کرنے والے فضل بن حرث فضیل ابن واعة اور مفضل شامل تھے۔ چونکہ ان کے ناموں میں فضل آتا تھا اس وجہ سے اس کا نام حلف الفضول پڑ گیا۔ حلف عہد کو کہتے ہیں[1]

آپ نے دیکھا کہ اگر کوئی نیک کام نیک نیّتی سے کیا جائے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو ضائع نہیں کرتا۔ اور لمبا عرصہ گزرنے کے باوجود وہ اس کو زندہ کر دیتا ہے اور موجودہ قریش کے رُؤساء نے دوبارہ اسی نام سے اس عہد کو قائم کیا۔

بچّہ اب اس معاہدہ میں کون کون لوگ شامل ہوئے؟

ماں اس معاہدہ میں قریش کے قبائل کے سردار اور ان کے خاندان کے لوگ جو اپنی طبیعت کے لحاظ سے ظلم کے خلاف تھے، شریک ہوئے۔ عبداللہ بن جرعان نے اس غرض سے اپنے گھر دعوت کا اہتمام کیا۔ جس میں بنو مطلب۔ بنو ہاشم۔ بنو اسد۔ بنو زہرہ اور بنو تیّم کے افراد شامل تھے[2]۔ انہوں نے آپس میں مل کر قسم کھائی کہ ہم مکّہ سے ظلم کا خاتمہ کریں۔ اور ہر کمزور کی مدد کرنا ہمارا فرض ہوگا۔ جب بھی کوئی ہمیں اس معاہدہ کے نام پر پکارے گا۔ ہم اس کے لئے کھڑے ہوں گے۔ اس معاہدہ میں حضرت محمدؐ بھی شامل تھے۔ (ایک روایت میں ہے کہ آپؐ کے نام کو معاہدہ میں شامل کرنے کی سفارش عبداللہ بن جرعان نے کی تھی)

---

[1] سیرت النبی شبلی نعمانی ص ۱۸۳ [2] سیرت خاتم النبیین جلد اوّل صفحہ ۱۲۵

بچّہ یہ معاہدہ کتنے عرصہ قائم رہا؟

ماں یہ معاہدہ تو ایک لمبے عرصہ تک قائم رہا۔ ایک مرتبہ حضرت رسولِ کریمؐ کو ایک عرب نے ابوجہل سے رقم حاصل کرنے کے لئے مدد کے طور پر بلایا تھا۔ اور آپؐ نے اس کی رقم دلوادی تھی۔ پھر امیر معاویہ کے زمانے میں حضرت امام حسنؓ ابن علیؓ کا حق امیر معاویہ کے بھتیجے ولید بن عتبہ نے دبا لیا۔ یہ اس وقت مدینہ کے امیر تھے۔ حضرت امام حسنؓ نے حلف الفضول کے نام پر پکارا۔ اس وقت عبداللہ بن زبیرؓ جو بنو اسد سے تھے کھڑے ہوئے اور حضرت امام حسنؓ کو حق مل گیا۔[1]

بچّہ امّی۔ پیارے محمدؐ کیسے تھے۔ ان کی شکل تو بہت ہی پیاری ہو گی۔ آپ مجھے بتائیں۔

ماں اب ہم تاریخ کے لحاظ سے آہستہ آہستہ آگے بڑھتے ہوئے اس دَور میں داخل ہو رہے ہیں جس میں پیارے محمدؐ جوان ہو چکے ہیں۔ میں آپؐ کا حلیہ مبارک سناتی ہوں۔ غور سے سنیں۔ آپ کو اپنے ذہن میں ایک تصویر بنتی محسوس ہو گی جو ہر لحاظ سے خوبصورت ہے۔ پیارے آقا محمدؐ مکہ کے نوجوانوں میں سب سے زیادہ خوبصورت جوان تھے۔ جسمانی لحاظ سے کوئی کمی یا کمزوری دکھائی نہ دیتی تھی۔ آپؐ کا قد درمیانہ۔ رنگ نہ تو بہت سفید کہ بُرا محسوس ہو اور نہ گندمی۔ بلکہ گندمی رنگ میں سفیدی کے ساتھ سرخی کی جھلک پڑتی

[1] سیرت خاتم النّبیینؐ جلد اوّل صفحہ ۱۳۶

تھی ۔ اسی وجہ سے آپؐ کے جذبات کو جاننے میں دقت پیش نہیں آتی تھی ۔ غصّہ میں چہرہ سرخ ہو جاتا ۔ اور خوشی کے موقع پر چمکنے لگتا ۔ سر کے بال بالکل سیدھے نوکدار نہ تھے بلکہ ان میں ہلکا سا خم تھا ۔ بالوں کا رنگ سیاہ ۔ ڈاڑھی گھنی اور خوبصورت ۔ جسم درمیانہ ۔ نہ بہت موٹا ۔ نہ بہت دُبلا ۔ جلد نازک اور ملائم تھی ۔ آپؐ کے جسم اور پسینہ سے ایک قسم کی خوشبو آتی تھی جو اچھی لگتی تھی سر بڑا ۔ سینہ چوڑا ۔ ہاتھ پاؤں بھرے بھرے ۔ ہتھیلیاں چوڑی چہرہ گول ۔ پیشانی اور ناک اونچی ۔ آنکھیں سیاہ اور روشن پلکیں لمبی لمبی تھیں ۔ آپؐ کی چال میں وقار تھا ۔ عموماً تیزی کے ساتھ قدم اٹھتا ۔ گفتگو ٹھہر ٹھہر کر فرماتے ۔ حتّٰی کہ سننے والا آپؐ کے الفاظ گن سکتا تھا ۔ اور اگر کوئی یاد رکھنا چاہے تو اس کو بھی آسانی ہوتی تھی ۔[1]

بچّہ پیارے محمدؐ تو واقعی بہت خوبصورت جوان تھے ۔ کیا ہم آپؐ کو خواب میں دیکھ سکتے ہیں ۔

ماں بالکل دیکھ سکتے ہو ۔ وہ انسان جو اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کرے ۔ اور جس سے منع کیا ہے اس سے بچے آپؐ کی سنت یعنی جس طرح آپؐ نے زندگی گزاری اس کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کرے اور ساتھ ساتھ آپؐ پر کثرت سے درود پڑھے تو اس کی ملاقات ہو جاتی ہے ۔

بچّہ آپؐ بچپن میں تو بکریاں چراتے تھے لیکن اب جوان ہو کر کون سا

---

[1] سیرت خاتم النبیینؐ جلد اوّل صفحہ ۱۳۶-۱۳۷

پیشہ اختیار کیا؟

ماں عرب کے لوگ عموماً تجارت کو پسند کرتے تھے۔ لیکن قریش تو صدیوں سے اسی پیشہ سے وابستہ تھے۔ آپؐ کے پردادا ہاشم نے تو باقاعدہ معاہدے کے تحت سردیوں اور گرمیوں میں تجارتی قافلوں کے راستے اور ان کی حفاظت کا انتظام کر دیا تھا۔ آپؐ کا خاندان تجارت میں کمال رکھتا تھا۔ پھر آپؐ بھی اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ تجارتی سفر میں شام گئے۔ جب باقاعدہ اپنے چچا ابوطالب کے مشورے سے تجارت شروع کی تو یمن، شام اور بحرین جہاں قافلے جاتے تھے سب ہی جگہ گئے اور صاف ستھرے طریق پر تجارت کی۔ کوئی غلط بات یا وعدہ خلافی نظر نہیں آتی۔

بچّہ اس زمانے میں تجارت کے کیا اصول تھے؟

ماں ایک طریقہ یہ تھا کہ لوگ اپنے پیسے سے سامان خریدتے تھے۔ اور دوسرے ملک جا کر بیچ دیتے۔ پھر وہاں سے سامان خریدتے اور اپنے علاقے میں فروخت کر دیتے۔ یوں جو منافع ہوتا وہ صرف ان کا ہوتا کیونکہ پیسہ انہوں نے لگایا تھا۔ لیکن جن لوگوں کے پاس اتنی رقم نہ تھی۔ تو وہ معاہدہ کر لیتے کہ ہم مال لے جائیں گے اور جس کا مال ہوتا وہ باہم رضامندی سے طے کر لیتا کہ منافع میں سے اتنی رقم دیں گے۔ یہ اصول تھے جن کے مطابق تجارت ہوتی تھی۔

بچّہ پیارے آقا حضرت محمدؐ نے کیا اپنے مال سے تجارت کی۔ یا کسی کا مال لے کر جاتے رہے۔؟

ماں آپؐ کے پاس اتنی رقم نہ تھی اور نہ ہی آپؐ کے چچا حضرت ابوطالب

ہی کوئی بڑی رقم مہیّا کر سکے تھے۔ کیونکہ ان کے بہت سارے بچّے تھے۔ اِس وجہ سے آپؐ لوگوں کا مال مقررہ منافع کے اصول کے تحت لے جاتے۔ تجارت کے دوران آپؐ کی چند خصوصیات لوگوں کے سامنے آئیں۔ ایک تو یہ کہ آپؐ اس مال کی بہت حفاظت کرتے کیونکہ وہ آپؐ کے پاس امانت تھا۔ پھر بڑی دیانت داری سے سودا کرتے۔ مال کی خوبی اور خامی سب بتا دیتے۔ پھر مالک کو کُل رقم لا کر دیتے یا اگر دوسرے علاقے میں ہوتے تو وہاں سے مال خرید کر مکّہ میں فروخت کر کے رقم مالک کو ادا کر دیتے۔ پھر جو منافع طے ہوتا وہ آپؐ کو ادا کر دیتا۔ اس طرح آپؐ سے کسی کو بھی شکایت نہیں ہوئی۔ اور لین دین میں بلا ضرورت دیر نہ کرتے۔ معاملات کو جلدی نمٹا دیتے تاکہ تکلیف نہ ہو۔[1] اور بھول چوک سے بچا جا سکے۔

بچّہ مال

پھر تو جن لوگوں کے ساتھ آپؐ نے کام کیا۔ وہ خوش ہوں گے۔ آپؐ کے ساتھی لوگ مطمئن رہتے۔ کیونکہ آپؐ وعدہ کا بہت خیال رکھتے تھے۔ تجارت میں امانت، دیانت، صداقت اور پاسِ عہد ہی وہ اصول ہیں جو انسان کو سب کی نظر میں مقبول اور پسندیدہ بنا دیتے ہیں۔ آپؐ کی انہی باتوں کی شہرت سُن کر مکّہ کی مالدار خاتون حضرت خدیجہ بنت خویلد نے خواہش ظاہر کی کہ محمّد بن عبداللہ میرا مال لے کر جائیں۔ مکّہ کی تجارت میں ان کا بڑا حصّہ تھا۔ یہ قبیلہ بنو اسد

---

[1] سیرتِ خاتم النّبیینؐ جلد اوّل صفحہ ۱۳۷-۱۳۸۔ سیرت النّبیؐ جلد اوّل شبلی نعمانی صفحہ ۱۸۶

سے تعلق رکھتی تھیں۔ نہایت شریف۔ پاکباز اور نیک فطرت خاتون تھیں۔ ان کے دو شوہر یکے بعد دیگرے وفات پا چکے تھے۔ ان کے کئی بچے تھے۔ اس نیک خاتون کی شرافت کی وجہ سے لوگ ان کو "طاہرہ" کہا کرتے یعنی پاک[1]۔ چنانچہ آپؐ راضی ہو گئے۔ اور ان کے غلام میسؔرہ کے ساتھ شام کی طرف روانہ ہوئے۔ دورانِ سفر میسؔرہ نے آپؐ کو محنتی اور دیانت دار پایا۔ پھر حسنِ معاملہ کی وجہ سے بہت نفع ہوا۔ وہ کامیاب لوٹے۔ اس کے علاوہ میسؔرہ نے آپؐ کی بعض اور صفات کا بھی بڑی گہری نظر سے اور غور سے مطالعہ کیا۔ اسی دوران ایک واقعہ بھی پیش آیا جس کی وجہ سے وہ آپؐ کا معتقد (اس کے دل میں احترام بڑھا) ہو گیا[2]۔

بچّہ وہ واقعہ کیا تھا؟ مجھے بھی بتائیں۔

ماں میسؔرہ کا بیان ہے کہ جب ہم شام کی سرحد میں داخل ہوئے تو گرمی کی شدت کے باعث محمدؐ درخت کے سائے میں بیٹھ گئے۔ اسی مقام پر ایک راہب نسطورا کی قیام گاہ صومعہ تھی۔ اس کی نظر آپؐ پر پڑی تو باہر آیا۔ اور مجھ سے پوچھا کہ درخت کے سائے میں بیٹھنے والا شخص کون ہے۔ میں نے بتایا کہ یہ قریش کے قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں اور حرم کے محافظوں کے خاندان سے ہیں (اہلِ حرم)۔ نسطورا فوراً بول اُٹھا کہ یہ وہ مقدس درخت ہے جس کے سائے میں سوائے پیغمبر (خدا سے خبر پا کر دنیا کو پیغام دینے والا) کے کوئی نہیں

[1] سیرت خاتم النبیینؐ جلد اوّل صفحہ ۱۳۸ [2] سیرت خاتم النبیینؐ جلد اوّل صفحہ ۱۳۸

بیٹھا۔ گویا فسطورا راہب نے بھی بحیرہ راہب کی طرح آپؐ کو دیکھ کر پیشگوئی کی کہ یہ شخص نبی ہے۔ خدا تعالیٰ اس کو دنیا کی ہدایت کے لئے چننے گا۔ اور یہ خدا کا پیغام پہنچائے گا۔

بچّہ ان عالموں (راہبوں) کو کیسے معلوم ہو جاتا تھا کہ آپؐ کو اللہ میاں نیکی کی طرف بلانے والا بنائے گا۔ اپنا نبی بنائے گا۔

ماں آپ کو چند اصول بتاتی ہوں جن کی مدد سے آپ آسانی سے سمجھ جائیں گے کہ خدا تعالیٰ کے پیاروں، اس کے مقدس بندوں کو کیسے پہچانا جاتا ہے۔ پھر نبی کا مقام تو ان سب سے بلند ہوتا ہے۔ لیکن ہم تو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بات کر رہے ہیں۔ جو خدا کو سب سے زیادہ پیارے تھے۔ پھر ان کے لئے نہ صرف دنیا بلکہ ساری کائنات کو بنایا گیا۔ اور ہر نبی کو آپؐ کے بارے میں بتایا گیا۔ ان انبیاء علیہم السلام نے اپنی اپنی امتوں کو وہ تمام نشانیاں سمجھائیں جو اس مقدس نوجوان محمدؐ کے زمانے سے تعلق رکھتی تھیں۔ صرف اس دور کی ہی نشانیاں نہیں بتائیں۔ بلکہ آپؐ کے جسمانی وجود کی نشانیاں۔ پھر آپؐ کے بزرگوں میں پائی جانے والی باتیں۔ آپ کے والد کے بارے میں۔ پھر بعض لوگوں کو آپؐ کے ساتھ خدا تعالیٰ کے پیار کے، اس کی محبت کے سلوک کے نمونے بھی نظر آئے۔ جو آپؐ کی سچائی کا نشان تھے۔ اس کے علاوہ آپؐ کے اخلاق اور کردار کے بارے میں بھی بتایا گیا۔ یہ آپؐ کی سیرت میں ظاہر ہونے والی نشانیاں تھیں جو پہلے سے بیان کر دی گئی تھیں۔

لہ نقوش رسولؐ نمبر جلد ۱۱ صفحہ ۷۶

بچّہ اللہ میاں نشانیاں تو بتا دیتا ہے۔ لوگ کیسے پہچانتے ہیں ؟

ماں ایسے نیک لوگوں کی اللہ تعالیٰ خود رہنمائی فرماتا ہے۔ کبھی واضح الہام کے ذریعہ اور کبھی کشف یا رُویا کے ذریعہ کیونکہ انسان دکھ میں گھر گیا ہے۔ اچھے اخلاق عموماً نظر نہیں آتے۔ اس لئے ایسے دردناک دَور میں ہمیشہ کی طرح خدا تعالیٰ انسانوں کو بچانے کے لئے اپنا نبی بھیجتا ہے جو اُن کو نیکی کی طرف بلاتا ہے۔

بچّہ ان باتوں کو عالم پہچانتے ہیں۔ لیکن ایک عام انسان کے لئے کیا نشانی ہے

ماں اس گناہوں اور ظلم کے دَور میں نبی کی زندگی اپنے اِرد گرد بسنے والوں سے مختلف ہوتی ہے۔ وہ بچپن سے ہی اچھّے اخلاق اور کردار کا مالک ہوتا ہے۔ یعنی سچائی۔ ہمدردی، محبّت، خلوص، امانت، احترام، سب سے پیار وغیرہ ایسی باتیں ہیں جو چھپی نہیں رہتیں۔ اور اس کو اس کے رشتہ دار، عزیز، جان پہچان کے لوگوں کے علاوہ، پڑوسی، محلّے والے، اردگرد بسنے والے دیکھتے ہوئے حیرت بھی کرتے ہیں۔ کہ یہ کیسا انسان ہے؟ اور ظاہر ہے جو سب سے الگ اور مختلف ہے اس کی زندگی ایک نمونہ کی حیثیت رکھتی ہے وہی رہبر بن سکتا ہے۔

بچّہ کیا نبی کے زمانے کی نشانیاں بھی بتائی جاتی ہیں ؟

ماں اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ وہ ایک حد تک اس دَور کی بھی نشاندہی کر دیتا ہے جو پہچاننے والوں اور سچائی کو تلاش کرنے والوں کے لئے آسانی پیدا کر دیتا ہے۔ اس کے علاوہ ہر نبی اپنے فوراً بعد آنے والے نبی کے آنے کا وقت بھی بتا دیتا ہے کہ کتنی مدّت بعد وہ آئے گا۔ اُس زمانے میں یہ یہ باتیں نمایاں طور پر ہوں گی اور پھر اس کے خاندان۔ اس کے

بزرگوں کے علاوہ اس کے وجود کی نشانیاں بھی بیان کی جاتی ہیں۔ اور عام انسانوں کو دیکھنے سے بچپن سے ہی اس کی تربیت۔ اس کے ساتھ خدا تعالیٰ کا سلوک اور اللہ کا پیار نظر آتا ہے۔ اس کے وجود سے برکتیں، رحمتیں وابستہ ہوتی ہیں۔ جو نظر آتی ہیں اور لوگوں کو حیرت زدہ بھی کرتی ہیں۔

بچہ پیارے محمدؐ ان اصولوں کے مطابق کیسے نظر آئے؟

ماں اللہ میاں نے اپنے نبیوں کی جو نشانیاں بتائی تھیں ان میں سے چند مَیں بتاتی ہوں کہ اس زمانے میں ہر طرف شرک پھیل جائے گا۔ وہ قومیں جن میں خدا کے نبی آئے اور وہ بھی جن میں نہیں آئے، سب کی سب اخلاق اور کردار کے لحاظ سے جانوروں سے بدتر ہو جائیں گی۔ شرم و حیا، محبت و ہمدردی۔ احترام۔ کوئی قانون، کوئی اصول نہ ہوگا۔ بلکہ جس کو طاقت ہو گی وہ کمزور کو دبا لیگا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ خانہ کعبہ جو خدا کا گھر ہے اس میں بھی ایک دو نہیں۔ تین سو ساٹھ (۳۶۰) بُت تھے۔ غلاموں، عورتوں، قوم کے کمزور لوگوں کی حیثیت جانوروں سے بدتر تھی۔ بات بات پر جنگ چھڑ جاتی جو سالوں چلتی۔ شراب، جُوا بے حیائی عام تھی۔ جس زمانے میں نبی کی ضرورت ہوتی ہے اس کی ایک نمایاں نشانی یہ ہے کہ انسانوں میں اتفاق، اتحاد نہیں رہتا۔ چھوٹے چھوٹے قبیلوں خاندانوں میں بٹ جاتے ہیں۔ ذات پات۔ علاقائی نفرتیں بڑھ جاتی ہیں۔ محبت کا نام و نشان مٹ جاتا ہے۔ ہر طرف دکھ ہی دکھ دکھائی دیتا ہے۔

بچہ مکہ، بلکہ عرب کے علاوہ ساری دنیا میں ہی یہ حال تھا؟

ماں آپ خود بچپن کے واقعات سنتے آرہے ہیں۔ کہ جب بچّہ تھے۔ پھر بڑے ہوئے۔ پھر جوان ہو گئے۔ لیکن آپؐ زندگی کے ہر دور میں عام انسانوں سے مختلف، پیاری عادتوں کے مالک دکھائی دیتے ہیں۔ اور ان ہی اخلاق نے آپؐ کو سب کی نظر میں قابلِ احترام بنا دیا۔

بچّہ واقعی آپؐ کی زندگی نمونہ کی حیثیّت رکھتی ہے۔

ماں آپؐ کی پیدائش سے پہلے خانہ کعبہ پر ابرہہ نے حملہ کیا تھا جس میں وہ برباد ہو گیا۔ پھر گم ہو جانے والے مقدس چشمۂ زمزم کا آپؐ کے دادا جان حضرت عبدالمطلب کو خواب کی بناء پر مل جانا۔ پھر حضرت عیسیٰؑ کا بغیر باپ کے پیدا ہونا۔ جس کی وجہ سے بنی اسرائیل سے نبوت کا ختم ہو جانا ثابت ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل میں کوئی مرد اس قابل نہیں کہ نبی کا باپ بن سکے۔ اور حضرت ابراہیم سے کیئے گئے وعدہ کے تحت حضرت اسماعیلؑ کی نسل بنو اسمٰعیل میں اس انعام کے جاری ہونے کا پتہ دینا پھر اس مقدس، آخری کامل اور مکمل شریعت لانے والے کا مکّہ میں پیدا ہونا۔ جہاں خدا کا گھر کعبہ ہے۔ پیدائش کے وقت ستاروں کا کثرت سے ٹوٹنا وغیرہ۔

بچّہ یہ سب نشانیاں دیکھ کر ہی لوگ کہہ رہے تھے کہ نبی کا ظہور قریب ہے؟

ماں آپؐ کے آباؤ اجداد کا خانہ کعبہ کی خدمت کرتے چلے جانا۔ اور ان میں نمایاں اخلاقی شان کا ظاہر ہونا جیسے سخاوت۔ دلیری۔ جرأت۔ قومی غیرت اور پھر قوم کے لئے ہمدردی وغیرہ نظر آتے ہیں۔ آپؐ کی پیدائش سے پہلے والد کی وفات۔ پھر آپؐ کی کمر پر مہرِ نبوّت کی نشانی شرک سے

نفرت۔ غیر اللہ کے نام کی چیزوں کا نہ کھانا وغیرہ ایسی باتیں ہیں جو چھپی نہیں رہیں۔

بچّہ یہ بھی سب نے دیکھیں اور پہچان بھی لیا۔

ماں آپؐ کو فضولیات سے خدا نے بچایا۔ پھر آپؐ کی شان کو پیدا ہوتے ہی ظاہر کرنا شروع کر دیا کہ حضرت حلیمہ کے علاوہ ان کے قبیلہ کے لوگ بھی آپؐ کے وجود کی برکت کے گواہ بنے۔ شقِ صدر کا واقعہ قبولیت دعا کا نشان جو مکّہ میں بارش ہوئی وغیرہ نشانات سے آپؐ کو پہچاننے میں مدد ملی۔

بچّہ ان عالموں نے بھی آپؐ کو ان ہی نشانیوں سے پہچان لیا تھا۔ اور عام انسان بھی غور کرے تو اس کو بھی پہچاننے میں مشکل نہیں ہو گی۔

ماں بحیرہ راہب نے تو کشفی طور پر درختوں، پتھروں کو سجدہ کرتے دیکھا۔ پھر آپؐ کو بلا کر باتیں کر کے جسم کا دیکھ کر پہچانا اور بتایا۔ پھر اور نشانیاں بھی تو تھیں۔ ان سب باتوں سے لوگ آنے والے کو پہچان لیتے ہیں۔

بچّہ اس تجارتی سفر میں اتنے زیادہ فائدے کے ساتھ میسؔرہ نے اپنی مالکہ حضرت خدیجہ رضؓ کو ساری باتیں بتائی ہوں گی۔

ماں میسؔرہ نے سفر کے دوران آپؐ کے اخلاق۔ کردار۔ حسنِ معاملہ۔ محنت۔ پھر راہب کا واقعہ۔ سب حضرت خدیجہ رضؓ کو بتایا۔ آپ رضؓ پہلے ہی متاثر تھیں۔ پھر تو آپ رضؓ پر ان باتوں نے اور اثر کیا۔ انہوں نے اچھی طرح سوچ کر آپؐ کے سفر سے لوٹنے کے تین ماہ بعد[1] نکاح کا

[1] سیرت النبی شبلی نعمانی جلد اوّل صفحہ ۱۸۸

پیغام دیا۔

بچہ کیا حضرت خدیجہؓ پیارے آقا محمدؐ کی رشتہ دار تھیں ؟

ماں پیارے آقا محمدؐ سے پانچویں پشت میں دونوں کے خاندان کا سلسلہ ملتا ہے[1]۔ قصی بن کلاب کے ایک بیٹے عبد المناف کی اولاد میں سے پیارے محمدؐ ہیں۔ اور دوسرے بیٹے عبد العزیٰ سے حضرت خدیجہؓ ہیں عبد مناف آپؐ کے پڑدادا ہاشم کے باپ تھے[2] اس لئے حضرت خدیجہؓ آپؐ کو اپنا چچا زاد کہا کرتی تھیں ۔

بچہ کیا اس زمانے میں عورتیں شادی کے لئے خود کہہ سکتی تھیں ؟

ماں عورتوں کو اختیار تھا کہ اپنی مرضی سے شادی کریں۔ ویسے حضرت خدیجہ کے والد خویلد بن اسد حربِ فجار سے پہلے وفات پا چکے تھے[3] پھر آپ نے اپنی بھابھی حضرت صفیہؓ سے جو پیارے آقا حضرت محمدؐ کی پھوپھی تھیں آپؐ کے بارے میں معلوم کیا تھا اور ہر ایک نے آپؐ کی اعلیٰ صفات کی گواہی دی تھی جس سے حضرت خدیجہ مطمئن تھیں۔

بچہ اس وقت پیارے آقا کی عمر کتنی تھی اور آپؐ نے اس سلسلہ میں کیسے فیصلہ کیا ؟

ماں آپؐ کی عمر ۲۵ سال اور حضرت خدیجہؓ کی ۴۰ سال تھی۔ آپؐ نے اپنے چچا حضرت ابو طالب سے مشورہ کیا۔ چچا نے اس رشتہ کو مناسب جان کر قبول کرنے کا مشورہ دیا۔ اور حضرت ابو طالب رؤسائے بنو مطلب جن میں آپ کے ہم عمر چچا حضرت حمزہؓ بھی تھے

---

[1] سیرت النبی شبلی نعمانی جلد اول صفحہ ۱۸۷ [2] سیرت خاتم النبیینؐ جلد اول صفحہ ۱۰۵
[3] ″ ″ ″ ″ ″ ۱۸۹ [4] ″ ″ ″ ″

حضرت خدیجہؓ کے گھر آئے۔ جہاں حضرت ابو طالب نے نکاح پڑھا۔ مہر میں پانچ سو درہم مہر مقرر ہوئے[۱] اس وقت حضرت خدیجہؓ کے عزیز رشتہ دار بھی موجود تھے۔ چچا عمرو بن اسد نے آپ کی طرف سے نکاح کی قبولیت کا اعلان کیا۔[۲]

بچہ کیا دونوں دولہا دلہن حضرت ابو طالب کے گھر آ گئے یا الگ گھر کا انتظام کیا تھا۔

ماں حضرت خدیجہؓ نے خواہش کی کہ آپؐ الگ گھر لینے کی بجائے اسی گھر میں آجائیں جہاں وہ پہلے سے رہتی تھیں۔ چنانچہ اپنے چچا حضرت ابو طالب کی اجازت سے اسی گھر میں منتقل ہو گئے۔[۳]

بچہ کیا اب بھی آپؐ تجارت کے لئے مکّہ سے باہر جاتے تھے۔

ماں شادی کے بعد حضرت خدیجہؓ نے اپنا سارا مال حتّٰی کہ غلام اور لونڈیاں بھی آپؐ کے سپرد کر دیں کہ ان سب کے آپ مالک ہیں۔ وہ آپؐ کی اعلیٰ صفات کی دل سے قدر کرتی تھیں اور بے پناہ احترام کا جذبہ تھا۔ اسی وجہ سے حضرت خدیجہؓ نے کہا کہ اب آپؐ کو باہر جانے کی ضرورت نہیں۔ جس طرح مناسب سمجھیں اس دولت کو استعمال کریں۔ پھر آپؐ تجارت کی غرض سے باہر نہیں گئے۔ آپؐ نے تمام غلاموں اور لونڈیوں کو آزاد کر دیا۔ مگر جنہوں نے آپؐ کے ساتھ رہنا چاہا۔ انہیں خوشی سے اپنے ساتھ رہنے کی اجازت دے دی۔ اور مال غرباء میں تقسیم کر دیا۔

---

[۱]، [۲] سیرت خاتم النبیینؐ جلد اوّل صفحہ ۱۳۹ - [۳] سیرت النبی شبلی نعمانی جلد اول صفحہ ۱۸۹

بچہ حضرت خدیجہ رضؓ نے آپؐ کو کچھ نہیں کہا۔ کیونکہ وہ تو بہت امیر خاتون تھیں اور اب تو ان کو خود کام کرنا پڑتا ہوگا۔

ماں حضرت خدیجہ رضؓ نے پیارے آقا محمدؐ کو ان کی پیاری عادتوں اور مکہ کے نوجوانوں سے مختلف مشاغل رکھنے کی وجہ سے پسند کیا تھا۔ پھر وہ ان کی نیکی۔ شرافت کی بھی قائل تھیں۔ اس کے علاوہ جب میسرہ نے آپؐ کو سفر کے حالات بتائے تو حضرت خدیجہ رضؓ اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں۔ اور ان سے ساری باتیں کہہ دیں۔ ورقہ بن نوفل توریت اور انجیل کے عالم تھے۔ انہوں نے عیسائی مذہب قبول کر لیا تھا۔ اور وہ بھی دوسرے عالموں کی طرح ان باتوں کو سن کر پہچان گئے۔ کیونکہ یہ وقت ایک نبی کے ظہور کا زمانہ تھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنی بہن کو کہا۔ کہ یہ ایک نبی کے ظہور کا زمانہ ہے اور یقیناً محمدؐ اس زمانے کے نبی ہیں۔ ان کا بہت جلد ظہور ہونے والا ہے۔ اور میں اس بڑے مرتبہ اور شان والے نبی کا شدت سے انتظار کر رہا ہوں[1]۔ پھر وہ خود بھی تو بڑی نیک اور پاکباز خاتون تھیں۔ وہ اچھی طرح جان چکی تھیں کہ انہوں نے ایک عظیم الشان شخص سے شادی کی ہے۔ تو پھر دولت کی کیا پرواہ۔ وہ تو پیارے آقا حضرت محمدؐ کی خدمت کرنا۔ ان کو آرام پہنچانا ہی اپنی ذمہ داری سمجھتی تھیں۔ اور اسی کو وہ اپنی خوش نصیبی بھی جانتی تھیں۔

بچہ پیارے آقا حضرت محمدؐ نے حضرت خدیجہ رضؓ کے ساتھ کیسا سلوک کیا؟

---

[1] سیرت ابنِ ہشام جلد اوّل صفحہ ۱۲۳

ماں آپؐ نے ان کے ساتھ بہت محبت کی۔ کبھی اپنے کاموں کا ان پر بوجھ نہیں ڈالا۔ اپنے کپڑے خود درست کر لیتے۔ جوتوں کی مرمت کرتے۔ گھر کے کاموں میں ہاتھ بٹاتے۔ لکڑیاں لاتے، ایک دوسرے سے مشورہ کرتے۔ پھر جب حضرت خدیجہؓ کی طبیعت خراب ہوتی تو ان کی خدمت کرتے۔ سر دباتے۔ ان کے رشتہ داروں کا بہت احترام کرتے اور جب تک وہ زندہ رہیں آپؐ کو کبھی بھی اپنے مقدس شوہر سے کوئی شکایت نہیں ہوئی۔ بلکہ ان کی وفات کے بعد بھی آپؐ بڑی محبت اور احترام سے حضرت خدیجہؓ کا ذکر فرماتے تھے۔

بچّہ کیا اللہ میاں نے آپؐ کو بچے بھی دیئے؟

ماں آپؐ کے سب سے بڑے بیٹے قاسم پیدا ہوئے۔ اسی لئے پیارے آقا کی کنیت ابوالقاسم ہے۔ دو اور بیٹے طیّب اور طاہر ہوئے۔ لیکن تینوں لڑکے بچپن ہی میں فوت ہو گئے۔ سب سے بڑی بیٹی زینبؓ تھیں پھر رقیہؓ پھر امّ کلثومؓ اور سب سے چھوٹی حضرت فاطمہؓ تھیں۔ یہ سب زندہ رہیں۔ اسلام قبول کیا لیکن صرف حضرت فاطمہؓ کی نسل چلی۔ باقی کی اولادیں فوت ہو گئی ہیں۔[1]

بچہ کیا پیارے آقا اپنے چچا ابوطالب کے پاس جاتے تھے؟

ماں آپؐ کو تو اپنے چچا سے بے حد پیار تھا اور ان کے بچوں سے بھی۔ پھر اپنی چچی کی بھی خدمت کرتے تھے۔ ان کا بہت احترام کرتے۔ گھر میں کسی چیز کی ضرورت ہوتی تو اس کو پورا کرتے۔

---

[1] سیرت خاتم النبیینؐ جلد اوّل

۔آپؐ کے چچا کے بہت سے بچے تھے۔ آپؐ کو ہمیشہ اس بات کا دھیان رہتا کہ چچا کے گھر پر پریشانی نہ ہو۔ پھر اپنے چچا جس نے اولاد سے زیادہ پیار کیا۔ آپؐ کیسے انہیں چھوڑ سکتے تھے۔ ادھر حضرت خدیجہؓ بھی بہت دھیان رکھتی تھیں۔

بچہ ابھی تک قریشِ مکہ نے آپؐ کے بچپن۔ لڑکپن اور جوانی کی خوبیاں دیکھی تھیں۔ وہ تو ان سے ہی بہت متاثر تھے۔ اور آپؐ کی عمر کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ جو آپؐ میں خوبیاں ظاہر ہو رہی تھیں وہ بھی آپؐ کی عزت بڑھانے میں مدد دیتی تھیں۔ لیکن اتنی ساری دولت ملنے کے بعد بھی آپؐ کا وہی سادہ انداز اور کمزور اور غربا سے ہمدردی، پھر عورت کا احترام جو اس زمانے میں بالکل نہیں تھا۔ کیا وہ حیران نہیں ہوتے تھے۔؟

ماں آپ تو ماشاءاللہ بڑی سنجیدگی سے تاریخ پر غور کر رہے ہیں۔ قریشِ مکہ گھر کے پرسکون ماحول پر ضرور حیران تھے۔ پھر جو عزت آپؐ نے حضرت خدیجہؓ کو دی۔ اس پر تو ان کو یقین ہی نہ آتا تھا اور سب سے زیادہ حیران کن بات یہ ہے کہ آپؐ نے ساری زندگی ماں باپ کے بغیر گزاری۔ کسی سے کسی قسم کی خواہش کا اظہار نہیں کیا۔ جو ملا اس پر شکر ادا کیا۔ اور نہ ملنے کا کبھی گلہ نہ کیا۔ لیکن جب اتنی دولت اور لونڈی غلام مل جائیں اور اتنی دولت مند عورت خود شادی کی خواہش کرے جس سے مکہ کا ہر بڑا سردار نکاح کرنا چاہتا ہو تو ایک لمحے کے لئے اگر ہم سوچیں تو ہماری عقل بھی حیران ہو جاتی ہے۔ لیکن آپؐ نے اس یکدم تبدیلی کا کوئی اثر نہ لیا۔ بلکہ وہی معصومانہ انداز، نہ کوئی انوکھی حرکت

کی۔ نہ ہی زندگی میں کوئی تبدیلی آئی۔ جیسے ہی حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کو سب چیزوں کا مالک بنایا۔ آپؐ نے اپنے اندر کی خواہش کہ انسان آزاد ہے۔ اس کو آزاد رہنے کا حق ہے کے مطابق سب کو آزاد کر دیا۔ پھر دولت کے بارے میں آپؐ کا نقطۂ نظر یہ کہ اس پر صرف اسی انسان کا اختیار نہیں ہے جس کے پاس ہے بلکہ اس پر اوروں کا بھی حق ہے۔ چنانچہ آپؐ کے اخلاق کا یہ پہلو بھی سامنے آیا کہ آپؐ کھڑے بانٹ رہے ہیں اور خالی ہاتھ گھر آ گئے۔ ان ہی اداؤں نے تو قریشِ مکہ کو ہر لحاظ سے آپؐ کا گرویدہ بنا دیا۔ پھر کوئی نہ کوئی انوکھا واقعہ بھی ہو جاتا تھا جو آپؐ کی عزّت کو بڑھانے کا سبب بن جاتا۔

بچّہ اس زمانے میں کیا واقعہ ہوا۔

ماں آپؐ کے لڑکپن کے واقعات ہیں جب ہم خدائی حفاظت اور تربیت کی بات کر رہے تھے تو تعمیرِ کعبہ کا ذکر آیا تھا

بچّہ تعمیرِ کعبہ کے وقت آپؐ کی شرم و حیا کا ذکر آپ نے بتایا تھا۔

ماں بالکل ٹھیک۔ آپ کو تو سب یاد ہے۔ اللہ تعالیٰ آپؐ کے حافظے میں اور برکت دے۔ ہاں تو میں بتا رہی تھی۔ کعبہ کی تعمیر آہستہ آہستہ ہوتی رہی کبھی سامان کم پڑ جاتا کبھی ماہر مزدور نہ ملتے۔ اور کبھی قریش کی لڑائیاں جھگڑے فساد۔ ان سب باتوں نے تعمیرِ کعبہ میں زیادہ وقت لگا دیا۔ مگر جب کام اس مقام پر پہنچا جہاں پر حجرِ اسود کو لگانا تھا تاکہ باقی کام آگے شروع ہو۔ اس موقع پر ہر قبیلہ چاہتا تھا کہ اس نیک کام کو وہ انجام دے۔ چنانچہ اس سعادت کو حاصل کرنے کے لئے باہم جھگڑے کی نوبت آ گئی۔

بچہ پھر تو لڑائی شروع ہو گئی ہو گی۔

ماں اس وقت تو نہیں ہوئی۔ لیکن بنو عبد الدار نے حد ہی کر دی۔ ایک پیالہ میں خون بھرا۔ اس میں اپنی اپنی انگلیاں ڈبوئیں اور عہد کیا کہ اگر ہم اس سعادت کو حاصل نہ کر سکے تو لڑ کر مر جائیں گے۔[1] جہالت کے دور میں بڑی بڑی قسمیں کھاتے تھے۔ اور ان کو پورا بھی کرتے تھے لیکن یہ بڑی خطرناک قسم تھی۔ ایک طرح کا عہد ہوتا تھا کہ یا تو ہماری مانو۔ یا لڑنے مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔

بچہ پھر کیا ہوا۔؟

ماں جب یہ سلسلہ پیدا ہوا تو بزرگوں کو فکر لاحق ہوئی کہ کام تو نیک کر رہے تھے لیکن ایک نیا فساد کھڑا ہو گیا۔ اب کیا کریں۔ اسی سوچ و بچار میں چار پانچ راتیں گزر گئیں[2] اور تعمیر کا کام پھر رک گیا۔ آخر قریش کے ایک بزرگ سردار ابو امیہ بن مغیرہ نے تجویز پیش کی کہ جو شخص صبح سب سے پہلے حرم میں داخل ہو اس کو حَکَم مان لو۔ یعنی جج مقرر کر لو۔ اور وہ جو فیصلہ کرے اس کو سب مان لیں۔ چنانچہ اس بات پر سب راضی ہو گئے[3]

بچہ کون آیا۔ جلدی سے بتائیں۔

ماں جس کو خدا تعالیٰ نے ساری دنیا کے جھگڑوں کو نبٹانے کے لئے منتخب کرنا تھا جس نے ہر مسئلہ پر فیصلہ دینا تھا۔ اور سب کو ایک جگہ جمع کرنا تھا۔ سارے اختلاف مٹانے تھے۔ وہی سب سے پہلے حرم میں داخل ہوا۔ اور سارے لوگ پکار اٹھے۔ امین آ گیا۔ امین آ گیا۔ بس پھر

---

[1]، [2] سیرت ابن ہشام جلد اول صفحہ ۱۲۸ [3] سیرت خاتم النبیینؐ جلد اول صفحہ ۱۴۱

کیا تھا۔ سارے سرداروں نے کہا کہ آپؐ جو بھی فیصلہ کریں گے ہمیں منظور ہے۔

بچہ میں نے پہچان لیا۔ پیارے آقا حضرت محمدؐ آ گئے تھے۔ پھر کیا فیصلہ ہوا؟

ماں ظاہر ہے اور کوئی کیسے آسکتا تھا۔ یہ تو خدا تعالیٰ کا منشا تھا۔ آپؐ نے آتے ہی ساری بات سُنی۔ پھر اپنی چادر بچھائی اور اپنے ہاتھ سے حجرِ اسود کو اس کے درمیان رکھا۔ سارے سرداروں سے کہا۔ کہ اس کو اٹھا کر اس مقام پر لے چلو۔ جہاں اس کو نصب کرنا ہے۔ سارے سردار خوش خوش آگے بڑھے اور چادر کو پکڑ کر لے چلے مقررہ جگہ پر پہنچ کر آپؐ نے اپنے ہاتھ سے حجرِ اسود کو اس کے مقام پر نصب کر دیا۔ سارے سردار اور ان کے قبائل کے لوگ جو تلواریں نکالے تیار بیٹھے تھے۔ حیران تھے کہ اتنی آسانی سے اتنا بڑا مسئلہ حل ہو گیا۔ اور سب کو سعادت و عزت بھی مل گئی[۱] اس کے بعد تعمیر کا کام دوبارہ شروع ہو گیا۔

بچہ اگر آپؐ نہ آتے تو کیسی تباہی آتی۔ اللہ میاں نے تو کرم ہی کر دیا۔

ماں آپؐ ۳۵ سال کے ہو چکے تھے۔ کچھ عرصہ بعد ہی خدا تعالیٰ نے ساری دنیا کی اصلاح کے لئے اپنے محبوب کو کھڑا کرنا تھا۔ اس لئے وہ آہستہ آہستہ قوم کے لوگوں کے ذہنوں کو تیار کر رہا تھا۔ کہ دیکھو اب تمہارے درمیان فیصلہ کرنے والا صرف یہی ہے جو تمہیں سیدھی اور نیکی کی راہ پر لے چلے گا۔ ہر قسم کے فسادوں، مار دھاڑ، قتل و غارت گری سے بچائے گا۔ اس کے علاوہ جو پرانی کتابوں میں لکھا تھا کہ "کونے کا پتھر

[۱] سیرت خاتم النبیینؐ جلد اوّل صفحہ ۱۴۱۔ [۲] زبور ۱۱۸ آیت ۲۲۔ سیرت خاتم النبیینؐ جلد اوّل ص ۱۴۲

جیسے راجگیروں نے رد کر دیا۔[1] پھر حدیث میں آتا ہے "کہ میں نبوت کی عمارت کا آخری پتھر ہوں[2]"۔ گویا اللہ تعالیٰ نے حقیقت کی نگاہ سے سارے سرداروں کو دکھا دیا کہ اسی کیلئے تکمیلِ دین ہو گی۔ شریعت کامل ہو گی۔ اور آنے والے نبیؐ کے لئے جو وعدے کئے گئے تھے۔ یہ وہی ہے اس کو اچھی طرح پہچان لو۔ پھر جب اس کا ظہور ہو اور یہ اعلان کرے تو نادانی نہ کرنا۔ کیونکہ اگر تم نے پرانی کتابوں کی پیشگوئیوں کے مطابق اس کو رد بھی کر دیا۔ تب بھی خدا اس کے ذریعے سے نبوت کی عمارت جو ابھی مکمل نہیں ہوئی اس کو مکمل کر کے اس کی شان ظاہر کرے گا جس طرح اب تم پر ثابت ہو گیا کہ کتنے بڑے خون خرابے سے اس مقدس بابرکت انسان میرے محبوبؐ نے تم کو بچایا اور عبادت کے مرکز خانہ کعبہ کی تعمیر جو رک گئی تھی یہ تعمیر دوبارہ اسی کے پُرحکمت فیصلہ سے شروع ہوئی۔

بچّہ قریش تو بہت خوش ہوئے ہوں گے؟

ماں خوش بھی تھے اور حیران بھی کہ اتنا بڑا مسئلہ اتنی آسانی سے حل ہو گیا۔ اور ہمارے پیارے آقا حضرت محمدؐ تو سب کے لئے ہی رحمت کا باعث تھے۔ ان ہی دنوں کی بات ہے کہ حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے حکیم بن حزام جو پیارے آقاؐ کے بھی دوست تھے، تجارت کی غرض سے عکاظ کے میلے میں گئے۔ وہاں انہوں نے چند غلام خریدے۔ اور ایک سمجھدار۔ شریف لڑکا جس کا نام زید بن حارثہ تھا اپنی پھوپھی کو دیا۔

---

[1] زبور ۱۱۸ آیت ۲۲۔ سیرت خاتم النّبییّنؐ جلد اوّل صفحہ ۱۴۲

[2] سیرت النبی شبلی نعمانی جلد اوّل صفحہ ۱۸۵ حاشیہ

حضرت خدیجہؓ نے اس کی خوبیاں دیکھتے ہوئے اس کو اپنے مقدس شوہر کی خدمت میں پیش کر دیا۔ یہ لڑکا ایک آزاد گھرانے سے تعلق رکھتا تھا۔ لیکن کسی لوٹ مار کے نتیجہ میں اس بچے کو غلام بنا لیا تھا۔ لیکن کسی لوٹ مار کے نتیجہ میں اس بچے کو غلام بنا لیا تھا۔ چنانچہ آپؐ نے اس سے بڑی ہی محبت کا سلوک کیا۔ زید کے والد اور چچا کعب بچے کو ڈھونڈتے پھر رہے تھے۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ اہل حرم کی محترم اور قابلِ احترام ہستی جس کو سارا مکّہ عزّت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ وہ زید کا آقا ہے۔ وہ اس امید پر کہ آپؐ ان کے خاندان پر رحم کا سلوک کریں گے مکّہ چلے آئے اور آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر زید کو لے جانا چاہا[۱]۔ کیونکہ سارا گھرانہ بچّے کی وجہ سے سخت بے قرار تھا۔

بچّہ لیکن اس طرح تو اس زمانے میں کوئی غلام کو آزاد نہیں کرتا۔

ماں آپ دیکھتے تو جائیں کہ پیارے آقاؐ کی کیا کیا خوبیاں دنیا پر ظاہر ہو رہی ہیں۔ جب یہ دونوں آپؐ کے پاس آئے اور اپنے دکھ اور پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے درخواست کی کہ ہم اس کو ساتھ لے جانا چاہتے ہیں۔ جانتے ہو آپؐ نے کیا کہا؟ آپؐ نے زید کو بلایا۔ پوچھا کہ تم ان دونوں کو پہچانتے ہو۔ زید نے بتایا کہ یہ میرے والد ہیں۔ اور یہ میرے چچا ہیں۔ آپؐ نے پوچھا کہ یہ دونوں تم کو لے جانے کے لئے آئے ہیں۔ اگر جانا چاہو تو چلے جاؤ میری طرف سے اجازت ہے۔

بچّہ زید کے والد اور چچا کو تو اس طرح بغیر کسی شرط کے امید نہیں ہو گی اور نہ ہی زید کو۔ کہ اتنی آسانی سے آزادی مل جائے گی۔

---

[۱] سیرت خاتم النّبیینؐ جلد اوّل صفحہ ۱۴۳

ماں آپؐ کی شرافت۔ رحمدلی سے امید تو تھی۔ جب ہی تو آئے تھے۔ لیکن اس سے بھی زیادہ کمال ہو گیا۔ زید نے صاف جواب دے دیا کہ میں اپنے آقا کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔[1]

بچّہ وہ کیوں کہا۔

ماں یہی تو کمال ہے۔ باپ سے زیادہ اس کو آپؐ کے ساتھ پیار ہو گیا تھا اور اسی بات سے یہ ثبوت ملتا ہے کہ آپؐ کا اپنے غلاموں کے ساتھ کتنا محبت اور پیار کا سلوک تھا جو ماں باپ کی محبّت پر بھی غالب آگیا۔ باپ نے، چچا نے، بہت زور لگایا لیکن زید نے ماننا تھا نہ مانے۔ آخر وہ تھک کر جانے لگے تو پیارے آقاؐ نے زید کا ہاتھ پکڑا اور خانہ کعبہ میں جا کر اعلان کیا کہ "لوگو گواہ رہنا میں نے زید کو آزاد کیا۔ یہ میرا بیٹا، میرا وارث ہے۔"[2]

اس کے بعد سے زیدؓ۔ زیدؓ بن محمدؐ کہلانے لگے۔[3] یہ منظر دیکھ ان کے والد اور چچا کو یقین آگیا کہ زیدؓ نے صحیح بات کی ہے۔ یہ انسان واقعی اس قابل ہے کہ اس کی خدمت کرنا آزادی سے بہتر ہے۔ اس سلوک کی وجہ سے زیدؓ کے باپ اور چچا خوش خوش مطمئن اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔[4] لیکن جب اسلام کی تعلیم آئی اور خدا تعالیٰ نے حکم دیا کہ بچّوں کو ان کے باپوں کے ناموں سے پکارو۔[5] تو پھر سے زید۔ زید بن حارثہ کہلانے لگے۔

بچہ امّی ہمارا پیارا آقاؐ کتنا پیارا تھا کہ سب سے پیار کرتا۔ سب کے دکھ میں

۱، ۲، ۳، ۴ سیرت خاتم النبیینؐ جلد اوّل صفحہ ۱۴۴ – ۵۔ سورہ احزاب رکوع ۱

شریک ہوتا۔ بلکہ دکھ کو ختم کرنا چاہتا تھا۔ واقعی ایسے پیارے اور قابلِ احترام انسان سے تو پیار ہی کرنے کو دل چاہتا ہے۔

ماں: ایک اَور دکھ بانٹنے کا واقعہ بتاتی ہوں۔ مکّہ میں قحط پڑا جس کی وجہ سے عام گھروں میں بڑی تنگی کے حالات ہو گئے۔ حضرت ابوطالب کے حالات تو پہلے ہی تنگ ہو جاتے تھے۔ آپؐ اپنے چچا عباسؓ کے پاس گئے۔ وہ ایک امیر آدمی تھے۔ ان سے کہا کہ مَیں دیکھتا ہوں۔ چچا ابوطالب بڑی مشکل سے گزارہ کر رہے ہیں۔ آپ میرے ساتھ چلیں۔ ان سے ان کے ایک بیٹے کو مانگ لیتے ہیں۔ اس طرح ان پر سے کچھ بوجھ کم ہو جائے گا۔ چچا عباس کو یہ بات پسند بھی آئی۔ ساتھ ہی وہ سوچنے لگے۔ واقعی محمدؐ ہر ایک کے لئے کس طرح بھلائی کی بات سوچتا ہے۔ پھر یہ دونوں حضرت ابوطالب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

بچہ: آپؐ کے چچا نے کیا جواب دیا۔

ماں: حضرت ابوطالب نے جب یہ بات سُنی تو بولے عقیل کو میرے پاس چھوڑ دو۔ ان کو عقیل سے بہت پیار تھا۔ کہنے لگے۔ جعفر اور علی کو لے جاؤ۔ چنانچہ جعفر کو عباس لے گئے۔ اور علی کو آپؐ اپنے ساتھ لے آئے۔ اس وقت حضرت علیؓ کی عمر چھ سات سال تھی[۱]۔ اسی دن حضرت علیؓ کی خوش نصیبی کا دَور شروع ہوا کہ انہوں نے آپؐ کے زیرِ سایہ پرورش پائی۔

بچّہ: پیارے آقا نے بھی اپنے چچا کے سلوک اور محبّت کو بڑی شدّت سے محسوس کیا تھا۔ اس لئے اس محبت کا جواب بھی اسی طرح کی محبّت

---

[۱] سیرت خاتم النبیینؐ جلد اوّل صفحہ ۱۴۴-۱۴۵

سے دینا چاہا۔

ماں یہی تو وہ باتیں تھیں۔ آپ کا اخلاق اور کردار تھا۔ جو خدا تعالیٰ مختلف انداز سے، مختلف حالات میں دنیا کو دکھا رہا تھا کہ یہ انسان اس مقام پر بھی اپنے سلوک میں تم سے آگے ہے۔ اس موقعہ پر بھی تم اس کو بلندی پر ہی دیکھو گے۔ اس کے اخلاق تمہاری جہالت سے دُور سب کو روشنی دکھاتے ہیں۔ لیکن ان باتوں کو یاد رکھنا بھول نہ جانا۔ جب یہ تم سب کو بہتری کی طرف بلائے تو اس وقت بھی اس زمانے کی طرح۔ اس کے خلوص اور محبت پر شک نہ کرنا۔ ورنہ تم کو ہی نقصان ہوگا۔ اب آپ کی عمر اس منزل پر پہنچ رہی تھی جہاں ایک بڑی ذمہ داری پڑنے والی تھی۔

بچہ عمر کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ آپ کی زندگی میں کیا تبدیلیاں آئیں؟

ماں آپ سنتے آ رہے ہیں کہ بچپن سے لیکر جوانی اور پھر اس عمر سے بھی آگے پہنچنے تک زندگی کے مختلف ادوار (PERIODS) میں مناسب اخلاق اور کردار کی جھلک جو نظر آتی رہی وہ عمر کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ زیادہ نمایاں اور مضبوط اور روشن ہوتی چلی گئی جو آپ کی بیداغ پاک اور نیک سیرت کی گواہی دے رہی تھی۔ لیکن اس کے علاوہ بھی کچھ تبدیلیاں تھیں جن کو کبھی کبھار دنیا والے بھی محسوس کرتے تھے۔ لیکن آپ خود چونکہ اس دَور سے گزر رہے تھے اس لئے آپ کی طبیعت پر ان حالات کے نمایاں اثرات تھے۔

بچہ وہ تبدیلیاں کیا تھیں؟

ماں یہ تو آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے جب اپنے آپ کو

ظاہر کرنا چاہا۔ کیونکہ وہ تو ایک چھپا ہوا خزانہ تھا اور اس کی قدرتیں اس کی مخلوقات پر ہی ظاہر ہو سکتی تھیں۔ پھر کوئی ایسی مخلوق بھی ہوتی جو براہِ راست نہ صرف یہ کہ اس کی شان۔ اس کے جلال۔ اس کی رحمت، قدرت، برکت سے حصہ لیتی بلکہ اس نے علوم' اس کے رازوں، اس کے چھپے ہوئے معرفت و عرفان کے خزانوں کو بھی جان سکتی۔ اور سب کچھ جان کر' پہچان کر پھر اس کی عظمت' اس کی بزرگی اور برتری کی قائل ہوتی۔ اور پھر اس کے آگے سچے دل' خلوص کے ساتھ جھکتی۔ اسی سے پیار کرتی اور اس کے پیار کو حاصل کرتی۔ اس مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے ایک نور کو پیدا کیا اور اس کا نام نورِ محمدیؐ رکھا۔ اس کی خاطر کائنات کو بنایا۔ زمین پیدا کی۔ اس پر دوسری مخلوقات کے ساتھ ساتھ انسان کو بھی پیدا کیا۔ انسان میں ترقی کا مادہ رکھا۔ اس کو یادداشت یعنی حافظہ عطا کیا۔ اور پھر ان انسانوں کی ہدایت کے لئے نبیوں کا سلسلہ جاری کیا۔ جو اُسی نور سے یعنی نورِ محمدی سے حصہ لے کر انسانوں کی اصلاح کا کام کرتے رہے۔ انہیں نیکیوں کی طرف بلاتے رہے۔ اور آخر میں ساری قوموں کی اصلاح کے لئے اپنے سب سے پیارے محبوب بندے حضرت محمد مصطفےٰؐ کو بھیجنا تھا۔ جس کی خاطر سارا نظام قائم کیا تھا۔

بچہ امی اب تو پیارے محمدؐ اس دنیا میں آچکے اور بڑے بھی ہو گئے۔ آپ مجھے تبدیلیوں کے بارے میں بتائیں۔

ماں میں آپ کو اسی طرف لا رہی ہوں۔ لیکن اگر آپ نے شروع کی بات نہ سمجھی تو باقی باتوں کے سمجھنے میں بھی دقّت (مشکل) ہو گی۔ یہ تو آپ

جانتے ہی ہیں کہ خدا تعالیٰ کا ایک نظام ہے۔ اُسی نظام کے تحت درجہ بدرجہ آہستہ آہستہ اس کی قدرتیں کام کرتی ہیں۔ تبدیلیاں لاتی ہیں اس کا کوئی کام بھی ایک دم اچانک نہیں ہو جاتا ہر انقلاب کے لئے ایک عرصہ درکار ہوتا ہے۔

اب جبکہ وہ مقدس انسان اس دنیا میں آگیا جس کی خاطر یہ کائنات بنائی گئی۔ اور وہ اپنی عمر کے اس حصہ میں بھی داخل ہو گیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب انسان کو اپنے علوم کا، اپنے خزانوں کا وارث بنانا تھا۔ اس کے لئے ضروری تھا کہ وہ اپنے وارث کو وہ باتیں بھی بتاتا جن کو جان کر پہلے وہ خود اپنے پیدا کرنے والے کو تو پہچان سکتا۔ اور جب پہچان ہو جاتی تب وہ اس کی قدرتوں کو سمجھ سکتا تھا۔ پیارے آقا حضرت محمد صلعم کو اپنی عمر کے ۳۰ سال کے بعد خصوصیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا، کائنات، نظام قدرت کے بارے میں آہستہ آہستہ سمجھانا شروع کر دیا۔ اسی وجہ سے آپؐ ہر چیز پر غور کرنے لگے۔ اور آپؐ کی تمام توجہ ان ہی امور پر رہتی تھی۔

بچہ اللہ میاں کیسے سمجھا رہا تھا۔

ماں آپ جانتے ہیں کہ انسان کے ساتھ اس کی دنیاوی ضروریات بھی لگی ہوئی ہیں۔ پھر اب تو ہمارے آقاؐ کی اولاد بھی تھی۔ حضرت خدیجہؓ کے دوسرے بچے بھی تھے۔ پھر خاندان کے کمزور لوگ۔ ان میں سے سب سے زیادہ آپؐ کو اپنے چچا حضرت ابو طالب کی فکر رہتی اور یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ ان ضروریات کو پورا کرنے کے لئے پیسے کی ضرورت ہوتی ہے۔ آپؐ کو خدا تعالیٰ نے بہت دولت عطا کی لیکن

آپؐ نے وہ سب تقسیم کردی۔ ادھر زندگی کی ضروریات اُدھر قدرت پر غور۔ فکر، لیکن ان تمام باتوں کے باوجود آپؐ ضروریات کو پورا کرنے کے لئے کام تو کرتے۔ اس کے باوجود آہستہ آہستہ آپؐ کا دل دنیوی کاموں سے اچاٹ ہونے لگا۔ آپؐ کو تنہائی پسند آنے لگی۔ آپؐ کا دل چاہتا کہ کونے میں بیٹھ کر غور کریں کہ یہ دنیا کیوں بنی؟ اس کو بنانے کی غرض کیا تھی؟ اس سارے نظام کو کس نے بنایا؟ وہ عظیم ذات کون ہے؟ انسان کو کیوں پیدا کیا؟ آپؐ کا ذہن بار بار اس طرف توجہ دلاتا تھا کہ یہ سارا نظام کسی خاص مقصد کے تحت پیدا کیا گیا ہے۔ کیونکہ اتنے وسیع نظام کا بغیر کسی مقصد کے وجود میں آجانا اور کامیابی سے چلتے چلے جانا، خالق کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے۔ ضرور کوئی بڑی طاقتور ہستی ہے جو اس کارخانۂ قدرت کو چلاتی ہے۔

بچہ آپؐ ان سوالوں کا جواب کسی سے پوچھ لیتے۔

ماں کس سے پوچھتے؟ عرب تو جہالت کی انتہا کو پہنچے ہوئے تھے۔ پھر ان کا باہر کی دنیا سے بھی کوئی رابطہ نہیں تھا۔ دوسرے پیارے آقاؐ کا کوئی اُستاد نہیں تھا۔ لکھنا پڑھنا بھی نہیں جانتے تھے۔ اور نہ ہی آپؐ کا کوئی ایسا رہنما تھا جو آپؐ کو بتاتا سمجھاتا۔ اس کے علاوہ صرف پرانی الہامی کتابیں رہ جاتی ہیں جن سے کچھ پتہ مل سکتا ہو۔ لیکن وہ بھی تبدیل ہو گئی تھیں۔ کوئی بھی تو اپنی اصلی حالت میں موجود نہیں تھی۔ اس لئے آپؐ خود ہی سوچتے۔ غور کرتے رہتے۔ ایسے حالات میں خدا تعالیٰ خود ہی ذہن کو بعض باتیں سمجھا دیتا جن کی وجہ سے کبھی

تسلّی ہو جاتی تو کبھی بے قراری بڑھ جاتی۔ یونہی دن گزر رہے تھے

بچہ لیکن اس طرح تو کام نہیں چل سکتا۔ کوئی تو ان سوالوں کا حل بتاتا۔

ماں عمر کے اس دَور میں اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر کائنات کے اُسرار (راز) کھولنے شروع کر دیئے۔ آپؐ کو غیب کی باتیں بتائی جاتیں چونکہ شروع سے ہی آپؐ خدا تعالیٰ کی خاص حفاظت میں تھے۔ وہی آپؐ کی تربیت کر رہا تھا۔ وہی آپؐ کا استاد بھی تھا۔ اور وہی ذہن میں پیدا ہونے والے سوالات کے جوابات بھی بتاتا رہا۔ اس کے بتانے کا طریقہ ابھی بالکل ابتدائی تھا۔ جو بات آپؐ کو زیادہ غور کرنے کے باوجود سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ اور اس کی وجہ سے بیقراری بڑھ جاتی۔ لیکن اچانک خود بخود وہ راز آپؐ پر کُھل جاتا۔ حقیقت جان کر دل اور ذہن بھی مطمئن ہو جاتا۔ یوں بعض باتیں اور حقائق کھل کر وضاحت کے ساتھ ظاہر ہو رہے تھے۔

بچہ کیا ان باتوں سے آپؐ اللہ میاں کے بارے میں کچھ سمجھ سکے تھے۔

ماں آپ جانتے ہی ہیں کہ پیارے آقا اس کائنات کے، زمین آسمان کے، مخلوقات کے، انسانوں کے بنانے والے کے بارے میں مسلسل ایک لمبے عرصے سے سوچ رہے تھے جبکہ حقیقت واضح نہیں ہو رہی تھی، دوسری طرف آپؐ کی آنکھوں کے سامنے اُن سب چیزوں کے خالق کے طور پر الگ الگ بتوں کی پوجا کی جا رہی تھی لیکن آپؐ کا دل ہرگز اس بات کو ماننے کو تیار نہ تھا کہ جیتی جاگتی دنیا کے، حرکت کرتی مخلوقات کے، چلتے پھرتے نظام کے بے جان، بے حس و حرکت پتھروں کے بُت کیسے خالق ہو سکتے ہیں۔

بچہ پیارے آقاؐ نے تو بچپن میں بھی کسی بت کی پوجا نہیں کی تھی۔
نہ اس کی تقریب میں شریک ہوئے اور نہ ہی ان کے نام پر ذبح
ہونے والے جانور کا پکا ہوا کھانا کھایا۔ حتیٰ کہ بحیرہ راہب نے
جب لات و عزیٰ کی قسم دی تو فوراً اس کو ٹوک دیا۔

ماں ماشاء اللہ آپ نے بالکل صحیح باتیں کیں۔ خالقِ کائنات اور مخلوقات
کے بارے میں آپؐ کے ذہن میں بڑی وضاحت سے یہ بات تھی۔
اس میں آپؐ کو کوئی شک نہیں تھا کہ "سب کا خالق اور مالک
کوئی عظیم ہستی ہے جس کو ابھی تک میں جان نہیں سکا ہوں"۔ لیکن
ایک دن میں اپنے خالق و مالک کو ضرور ڈھونڈ لوں گا اور اس کی
تلاش میں آپؐ کی بیقراری بڑھتی جا رہی تھی۔ بعض حقائق خواب و
کشف کے ذریعے آپؐ پر کھولے گئے۔[1]

بچہ کیا اس زمانے میں آپؐ کے سوا کسی اور شخص کو بھی خدا کی طرف توجہ
ہوئی تھی؟

ماں خدا تعالیٰ کے روحانی نظام کو سمجھنے کے لئے ہم اس دنیاوی نظام
پر غور کریں تو بہت سی چیزیں سمجھ میں آجاتی ہیں۔ مثلاً جب زمین
پر لمبے عرصہ تک بارش نہ ہو تو وہ تپ جاتی ہے۔ پھر ہوا بھی بند
ہو جائے تو حبس پیدا ہوتا ہے اور جب یہ کیفیت بڑھ جاتی ہے تو
بارش کا امکان ہوتا ہے۔ اگر بادل موجود ہوں تو پہلے پھوار پڑتی
ہے۔ پھر موسلا دھار برستی ہے۔

[1] سیرت النبی شبلی نعمانی جلد اوّل صفحہ ۲۰۰

بالکل اسی طرح جب دنیا میں گناہوں، ظلموں کی زیادتی ہوتی ہے اور کسی طرف سے بھی اصلاح کی ہوائیں نہ آئیں تو اس حبس کے دَور میں بارانِ رحمت یعنی خدا کی طرف سے نبی کی آمد یقینی ہو جاتی ہے۔ اور موسلا دھار بارش نبی کا وجود ہوتا ہے جو خدا کی رحمتوں اور برکتوں کو سمیٹنے کا باعث ہوتا ہے۔ جو پیاسی زمین یعنی انسانی قلب و ذہن کو سیراب کرتا ہے۔ پھر عشقِ خداوندی کا بیج بوتا ہے جس سے آہستہ آہستہ انسانیت کا اخلاقیات کا پودا نکل کر تناور درخت بنتا ہے اور اس میں خلوص، ایثار، محبت، تحمل، بُردباری اور قربانی کے پھل لگتے ہیں۔ لیکن موسلا دھار بارش سے پہلے جو پھوار برستی ہے وہ اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ رحمت قریب ہے۔ ہر نبی کی آمد کے زمانے سے پہلے ایسے افراد ضرور پیدا ہوتے ہیں جو اس نظام کی خرابی کو بیان کرتے اور معاشرے میں قائم غلط روایات کے خلاف بغاوت کرتے ہیں۔ ساتھ ہی وہ بھی اسی رحمت کی تلاش میں ہوتے ہیں جس کی نشاندہی نبی کے آنے کے بعد ظاہر ہوتی ہے۔

بچّہ: اس زمانے میں وہ کون خوش نصیب لوگ تھے؟ کیا آپ ان کے نام بتائیں گی۔

ماں: پیارے آقاؐ کی نبوت کے اعلان سے پہلے چار نام ملتے ہیں۔ ان میں سے دو کا ذکر کرتی ہوں۔

۱۔ حضرت خدیجہؓ کے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل۔ جو خدا کی تلاش میں یہودیت۔ نصرانیت اور دینِ ابراہیم کا مطالعہ کرتے ہوئے بالآخر عیسائی ہو گئے۔ اور الہامی کتابوں کے ماہر مانے جاتے تھے۔

۲ دوسرے زید بن عمرو بن نفیل ۔ نہ یہودی ہوئے اور نہ نصرانی
یہ دینِ ابراہیمی کی تلاش میں مکہ سے نکلے ۔ بڑی تکلیفیں اٹھائیں ۔
جب معلوم ہوا کہ ایک نبی کا ظہور مکہ سے ہی ہوگا تو واپس آگئے شرک
سے سخت نفرت تھی ۔ بتوں کی قربان گاہ کا نہ کھاتے ۔ لڑکیوں کو زندہ دفن
کرنے سے منع کرتے ۔ آخری عمر میں بڑی بے بسی کے عالم میں خانہ کعبہ
سے ٹیک لگائے بیٹھے ہوئے بار بار آسمان کی طرف منہ اٹھاتے کہ
" اللہ نہیں معلوم کہ تیری عبادت کیسے کروں ۔ پھر حضرت اسماء بنت
ابوبکر صدیق رض کہتی ہیں کہ اپنی ہتھیلیوں کو زمین پر رکھ کر اس پر سجدہ
کر لیتے ۔ اسی حالت میں دینِ ابراہیمی پر قائم رہتے ہوئے وفات پائی ۔
لیکن ان کی تلاش ضائع نہیں ہوئی ۔ ان کے بیٹے سعید بن زید رض جو
حضرت عمر رض کے بہنوئی تھے مسلمان ہوئے ۔

بچہ کیا پیارے آقا ص کو بھی دینِ ابراہیم کی تلاش تھی ؟

ماں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ آپ ص بھی اپنے دادا جان حضرت ابراہیم ع
کی طرح خدا کی تلاش میں محو ہوتے جا رہے تھے ۔ سورج ، چاند
ستاروں ۔ آسمان زمین ہر چیز پر غور کرتے ۔ اسی غور و فکر کے
لئے تنہائی آپ ص کا معمول بن گیا ۔ آپ ص دنیا سے کٹتے جا رہے تھے
اکیلے رہنا اچھا لگتا ۔ یہی وہ حالت تھی جس میں غیب کے راز کھلنے
لگے ۔ لیکن مالکِ حقیقی کا پتہ نہ چلتا تھا ۔ کہ وہ کون ہے ۔ کہاں ہے
کیا چاہتا ہے ۔ اسی فکر کی خاطر آپ ص نے ایک جگہ ڈھونڈ نکالی ۔
مکہ شہر سے تین میل کے فاصلے پر حرا پہاڑ ہے ۔ اس کے غار میں چلے
جاتے ۔ کچھ سال تو آپ ص مہینہ بھر اس غار میں گزارتے یا پھر جب دل

زیادہ گھبراتا تو شہر سے باہر ویرانے میں چلے جاتے۔ جنگل کی طرف نکل جاتے[1]۔ لیکن سکون نہیں ملتا تھا۔ سکون تو جب ہی مل سکتا ہے جب تلاش کی جانے والی ہستی کو پالیں۔

بچہ غار میں کیا کرتے تھے۔

ماں غار میں چپ چاپ بیٹھے غور کرتے سوچتے۔ کائنات کے رازوں کو قدرت کے اشاروں کو۔ خدائی نشانوں کو سمجھنے کی کوشش کرتے اور پھر اسی نکتے پر آجاتے کہ ان سب کا خالق کون ہے۔ اس دوران بعض اوقات حضرت خدیجہ رض بھی آپ کے ساتھ چلی جاتی تھیں[2]۔ کبھی کھانا بھجوا دیتیں۔ آپ کو اس حالت میں بالکل ڈسٹرب نہ کرتی تھیں نہ ہی آپ کو کبھی پریشان کیا۔ کہ ہم سب کو چھوڑ کر یہاں اس ویران غار میں کیا کر رہے ہیں۔ حضرت خدیجہ رض بڑی نیک وفا شعار سمجھدار خاتون تھیں۔

بچہ جب غار سے نکلتے تو کہاں جاتے۔

ماں جب آپ غار سے نکلتے تو سیدھے خانہ کعبہ کا طواف کرتے۔ پھر گھر کی راہ لیتے۔ راستے میں لوگوں کا حال دریافت کرتے۔ غرباء کی مدد کرتے۔ مسکینوں کو کھانا کھلاتے۔ پھر گھر میں جب تک رہتے تو سب کا دھیان رکھتے لیکن جب پھر طبیعت گھبراتی تو چلے جاتے

بچہ یہ کیفیت کب تک رہی؟

ماں جب آپ عمر کے چالیسویں سال میں داخل ہوئے تو کثرت سے سچے خواب۔ کشف کا ظہور ہونے لگا۔ جو خواب آپ کو دکھائی جاتی۔ وہ

---

[1]، [2] سیرت خاتم النبیین جلد اول صفحہ ۱۲۵

صبح کی سفیدی (روزِ روشن) کی طرح پوری ہو جاتی۔ گویا حقائق کو سمجھانے کے لئے ایک طرح سے تیز بارش کا نزول تھا۔ اور آخر کے چھ ماہ تو یہ کثرت بہت بڑھ گئی[1] یہ سچے خواب نبوت کی ابتدائی سیڑھی تھی۔ اسی لئے اب تو آپؐ زیادہ وقت غارِ حرا میں ہی رہتے کیونکہ اس جگہ زیادہ غیب کی خبریں مل رہی تھیں۔

بچہ آپؐ کھانے پینے کا کیا کرتے تھے؟

ماں ہمارے پیارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کئی کئی دن کا کھانا لے کر چلے جاتے تھے۔ بعض دفعہ حضرت خدیجہؓ خود آپؐ کے لئے کھانا لاتیں۔ اور کبھی بھجوا دیتی تھیں کہ اب تو پہلا ختم ہو چکا ہوگا۔ اور ایسا بھی ہوتا کہ آپؐ خود گھر آکر اور لے جاتے تھے۔ اسی زمانے کو اللہ تعالیٰ نے تلاشِ حق زمانہ قرار دیا ہے۔ جس کا ذکر سورۃ الضحیٰ میں کیا گیا۔[2]

اب آپؐ کی عمر چالیس سال کی ہوگئی تھی۔ یہی عمر انسانی ذہن کی پختگی۔ اخلاق کی بلندی اور کردار کی مضبوطی کی عمر ہے۔ جو انسان بچپن سے ہی چھوٹی چھوٹی پیاری پیاری عادتوں کا مالک ہو اور عمر کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ اس کی خوبیاں اچھائیاں بھی بڑھ رہی ہوں تو اس عمر میں تو وہ اپنے کمال کو پہنچ جاتی ہیں۔ اور اسی عمر میں نبوت و رسالت اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کی جاتی ہے۔

بچہ اللہ میاں نے آپؐ کو کس طرح اطلاع دی کہ آپؐ کو اس نے چنا ہے

ماں آپؐ غارِ حرا میں تھے کہ حضرت جبرائیلؑ تشریف لائے۔ اچانک

---

[1]، [2] سیرت خاتم النبیینؐ جلد اول صفحہ ۱۴۵

ایک انجانے وجود کو دیکھ کر گھبرائے۔ لیکن انہوں نے آتے ہی بتایا کہ مَیں آپؐ کے خالق و مالک خدا کا نمائندہ ہوں۔ اور اُسی کی ہدایت کے تحت آیا ہوں۔ آپؐ کو اُس مقدس ذات نے رسول بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے آپؐ کے پاس اس لئے بھیجا ہے کہ مَیں آپؐ کو آپؐ کے خدا کا پتہ دوں۔ کہ وہی خالق و مالکِ کُل کائنات ہے اور اس کی عبادت کرنے کا طریق سکھاؤں جو اس کو پسند ہے۔

بچّہ حضرت جبرائیلؑ دوبارہ کب آئے؟

ماں ۔ تقریباً ۶ ماہ بعد رمضان المبارک کی ۲۴ تاریخ تھی بمطابق ۲۰ اگست ۶۱۰ء بروز منگل[۱] آپؐ غارِ حرا میں عبادت میں مصروف تھے کہ حضرت جبرائیل آئے۔ انہوں نے آپؐ کو پیغام دیا کہ اِقْرَأْ یعنی پڑھ۔ آپؐ نے جواب دیا کہ مَآ اَنَا بِقَارِئٍ کہ مَیں پڑھنا نہیں جانتا۔ عربی میں اِقْرَأْ کے ایک معنی پڑھ کر پیغام پہنچانے کے بھی ہیں[۲]۔

آپؐ کا جواب سن کر حضرت جبرائیل نے آپؐ کو سینے سے لگایا اور دبایا۔ (بھینچا)۔ اس طرح تین بار کیا۔ وہ آپؐ کو اس طریقہ پر تسلّی دیتے تھے اور اپنے ساتھ لگانے کی وجہ سے آپؐ کو اس بڑے کام کے لئے تیار کر رہے تھے کہ آپؐ خدا تعالیٰ کے پیغام کو قبول کر لیں۔ اور ساری دنیا کی ہدایت کی ذمہ داری کو اُٹھالیں۔ جس کی خاطر آپؐ کو

---

[۱] عہد نبویؐ کا قمری و شمسی کیلنڈر صفحہ ۴۵ ۔ [۲] سیرت خاتم النّبیینؐ جلد اوّل صفحہ ۵۳

پیدا کیا گیا تھا۔ آخر اسی طرح بار بار کے عمل سے آپؐ اس پیغام کو قبول کرنے کے لئے تیار ہو گئے گویا اس مشکل، بھاری ذمہ داری کو اٹھانے پر آمادہ ہو گئے۔ تب حضرت جبرائیلؑ نے آپؐ کو سورہ علق کی ابتدائی چار آیات پڑھائیں[1]۔ یوں آپؐ پر قرآن پاک کا نزول شروع ہو گیا[2] اور ساتھ ہی اللہ تعالےٰ نے آپؐ کو اس کلام کو لوگوں تک پہنچانے کی بڑی ذمہ داری سونپ دی کہ آپؐ خدا تعالیٰ کا پیغام پہنچا کر تمام دنیا کے انسانوں کو اس کی عبادت کرنے کے لئے تیار کریں اور انہیں اس کا طریقہ بتائیں۔ ساتھ ہی ہر قسم کے شرک سے روکیں۔ اور تمام انسانوں کو صرف اللہ تعالیٰ کے حضور جمع کریں۔

بچہ اتنی بڑی ذمہ داری قبول کرنے پر آپؐ گھبرائے نہیں؟

ماں بہت گھبرائے۔ خدا جانے کیا ہونے والا ہے۔ جلدی سے غارِ حرا سے نکلے۔ اور حضرت خدیجہؓ کے پاس آئے۔ فرمایا۔ زَمِّلُوْنِیْ۔ زَمِّلُوْنِیْ مجھے چادر اڑھاؤ۔ چادر اڑھاؤ۔ حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کو چادر اوڑھا دی۔ سارے جسم پر کپکپاہٹ طاری تھی۔ خوف سے بدن کانپ رہا تھا۔ کیونکہ یہ احساس بھی تو تھا کہ یہ بہت بڑا کام ہے۔ ساری دنیا کے انسانوں کو، تمام قوموں کو جو زمین پر بستی ہیں کیسے اپنے خدا کا پیغام پہنچاؤں گا۔ میں یہ کام کیسے انجام دے سکتا ہوں۔ یہ سب کچھ تو میری طاقت سے باہر ہے لیکن اس پیارے خدا نے

---

[1] سیرت خاتم النبیینؐ جلد اوّل صفحہ ۱۵۴ ۔ [2] سیرت خاتم النبیینؐ جلد اوّل صفحہ ۴

واحد و یگانہ کی عظمت کے قربان کہ جس نے آپؐ کو اس عظیم الشان کام کے لئے چنا۔ اسی نے آپؐ کو تسلی دی۔ ہمت بندھائی حوصلہ عطا کیا۔ اور وہ تمام مشکلات اور پریشانیوں میں آپؐ کا مددگار رہا۔ اسی نے پیارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کام کرنے کے طریقے سمجھائے۔ اس راہ میں پیش آنے والے خطرات سے بچایا۔ دشمنوں سے محفوظ رکھا۔ اور آخر آپؐ کو ساری دنیا کے مقابلہ پر کامیاب کر کے اپنے دین کو غالب کر دیا۔ ایک ایسی قوم آپؐ کے ہاتھ سے تیار ہوئی جو خدا کی خاطر ہر قربانی دینے کے لئے اپنا سب کچھ اس راہ میں نثار کرنے کے لئے تیار تھی۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

کتب جن سے استفادہ کیا گیا۔

۱ سیرت خاتم النبیینؐ جلد اوّل — حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے ۱۹۶۶ء
الناشر الشرکتہ الاسلامیہ لمٹیڈ ربوہ

۲۔ سیرت النبیؐ حصہ اوّل طبع چہارم — تالیف حضرت علامہ شبلی نعمانیؒ
مکرم سید سلیمان ندوی صاحب ۱۹۱۸ء
ناشر نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد پاکستان

۳۔ سیرت النبیؐ (کامل) ابن ہشام — تالیف مکرم محمد بن مکرم ابو محمد
اردو ترجمہ مکرم سید یٰسین علی حسنی نظامی دہلوی
صاحب۔ ناشر ادارہ اسلامیات انارکلی ۱۹۰ لاہور

۴۔ نقوش رسول نمبر جلد ۱۱ — شمارہ ۱۳۰ جنوری ۱۹۸۵ء
مکرم مدیر محمد طفیل صاحب۔ ادارہ
فروغ اردو۔ لاہور

۵۔ طبقات ابن سعد

۶۔ تجرید بخاری

۷۔ عہد نبوی کا قمری و شمسی کیلنڈر — مکرم دوست محمد شاہد صاحب (مورخ
احمدیت) احمد اکیڈمی ربوہ

۸۔ مقالات سیرتؐ — مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے
مقدمہ کے ساتھ۔
مصنفہ ڈاکٹر محمد آصف قدوائی
ایم۔ اے۔ پی ایچ ڈی مجلس تحقیقات و
نشریات اسلام۔ ندوۃ العلماء

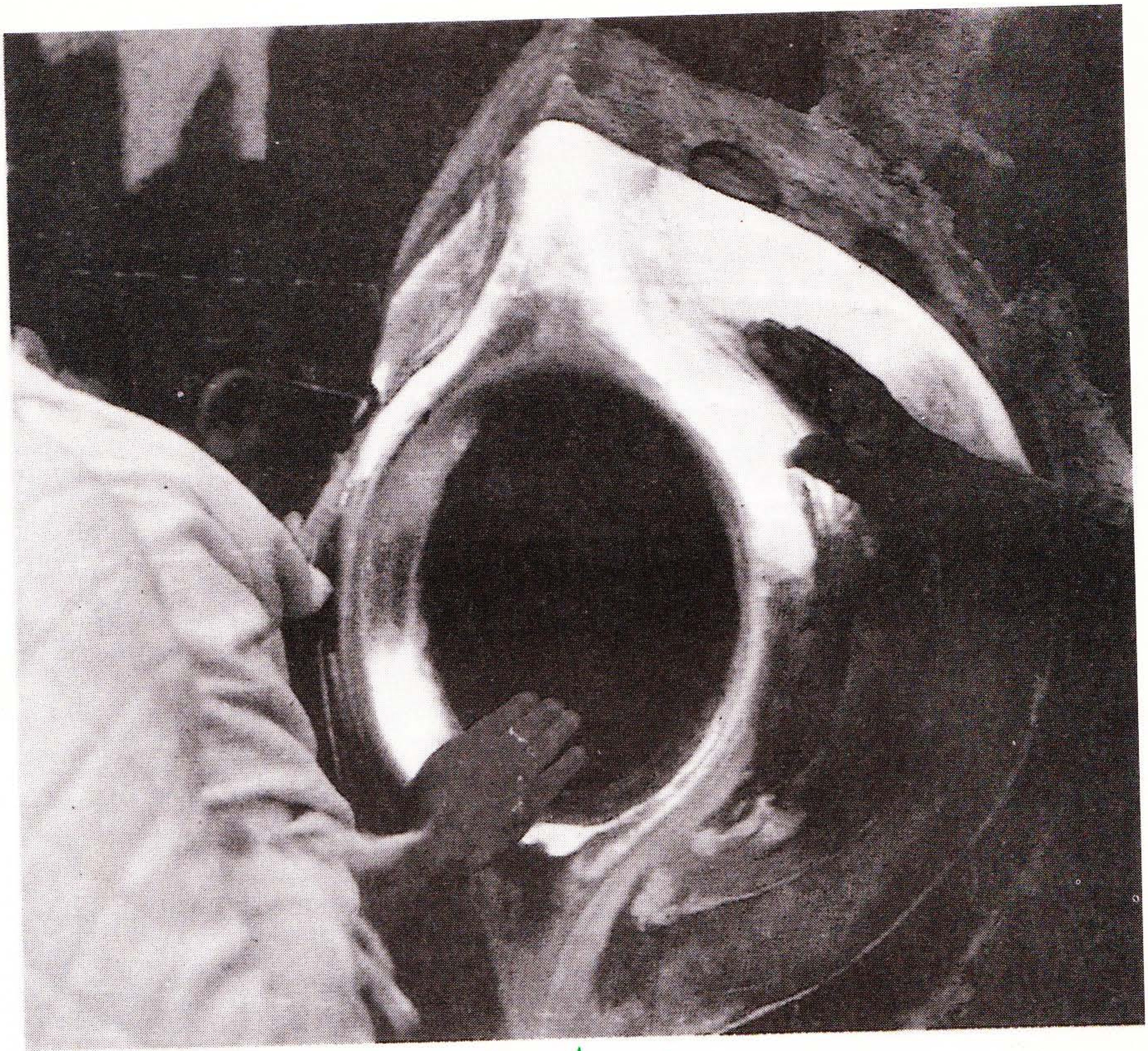

حجراسود

غارِ حرا